جلد : 13
شمارہ : 08
ذی الحجہ : 1440ھ
اگست : 2019ء

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران)
اورہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)

اہل وطن کو۔ علامہ اقبال کی تجویز پر دو قومی نظریہ کی بنیاد پر بننے والے پاکستان کا
73 واں یوم آزادی مبارک
عید الاضحی مبارک

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ
حکمتِ بالغہ
جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
- حافظ مختار احمد گوندل
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت	مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین و گرافکس	ثاقب نذر

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اثیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زربنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-7630863

Web site:
lwww.hikmatbaalgha.com
lwww.hamditabligh.net
Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ [illegible] حَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

[illegible] کی بات بندۂ [illegible] کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

[illegible]

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

(02) سورۃ البقرۃ

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات 61-62)

وَ اِذۡ قُلۡتُمۡ یٰمُوۡسٰی

اور (اے بنی اسرائیل) جب تم نے کہا کہ یا موسیٰ!

لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ

ہم سے ایک (ہی) کھانے پر صبر نہیں ہوسکتا

فَادۡعُ لَنَا رَبَّکَ یُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ

تو اپنے پروردگار سے دُعا کیجیے کہ ہمارے لیے پیدا کردے جو نباتات زمین سے اُگتی ہیں

مِنۡۢ بَقۡلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوۡمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا

(یعنی) ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (وغیرہ)

قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِیۡ هُوَ اَدۡنٰی بِالَّذِیۡ هُوَ خَیۡرٌ

انھوں نے کہا کہ بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو؟

(اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں تو)

اِهۡبِطُوۡا مِصۡرًا فَاِنَّ لَكُمۡ مَّا سَاَلۡتُمۡ

کسی شہر میں جا اُترو وہاں جو مانگتے ہو مل جائے گا

وَ ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَ الۡمَسۡكَنَةُ

اور (آخرکار) ذلت و رسوائی اور محتاجی (و بےنوائی) ان سے چمٹا دی گئی

وَ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ

اور وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گئے؛ یہ اس لیے کہ وہ

كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ

اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اس کے) نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّ كَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ﴿٦١﴾

(یعنی) یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيۡنَ

جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست

(یعنی کوئی شخص کسی بھی قوم و مذہب کا ہو)

مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا

جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا

فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

تو ایسے لوگوں کو ان (کے اعمال) کا صلہ اللہ کے ہاں ملے گا

وَ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿٦٢﴾

اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

سُئِلَ عَنْ طَعَامِ الْمُؤْمِنِینَ فِی زَمَنِ الدَّجَّالِ

پوچھا گیا کہ دجّال کے زمانے میں اہل ایمان کا کھانا کیا ہوگا؟

قَالَ: طَعَامُ الْمَلَائِکَةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو فرشتوں کا کھانا ہوتا ہے

قَالُوا: وَمَا طَعَامُ الْمَلَائِکَةِ؟ قَالَ:

لوگوں نے پوچھا کہ فرشتوں کا کھانا کیا ہے؟ فرمایا:

طَعَامُهُمْ مَنْطِقُهُمْ بِالتَّسْبِیحِ وَالتَّقْدِیسِ،

فرشتوں کا کھانا اُن کا اللہ کی تسبیح وتقدیس بیان کرنا ہے

فَمَنْ کَانَ مَنْطِقُهُ یَوْمَئِذٍ التَّسْبِیحَ وَالتَّقْدِیسَ

لہٰذا جس شخص کا کلام اُس وقت تسبیح وتقدیس ہوگا

أَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُ الْجُوعَ، فَلَمْ یَخْشَ جُوعًا

اللہ اُس کی بھوک کو ختم کردے گا پھر اس کو بھوک کا ڈر نہیں ہوگا

(مستدرك على الصحيحين عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

الجَامِعُ الصَّغِیر فی احادیث البشیر والنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

ے زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

’خضر وقت از خلوتِ دشت حجاز آید بروں‘

انجینئر مختار فاروقی

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے علامہ اقبال کا نام آسمانِ تاریخ کا ایک ایسا درخشندہ ستارہ ہے جو اب بھی پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور اس وقت تک چمکتا رہے گا جب تک پاکستان دنیا کے نقشے پر موجود رہے گا۔ علامہ اقبال مفکّر پاکستان کے ساتھ مجوّز و مبشّر پاکستان بھی ہیں بلکہ وہ عالمی ملت اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ کے نقیب بھی ہیں اور عصر حاضر میں انقلاب اسلامی کے داعی و مؤید کے ساتھ اسلامی سیاسی نظامِ خلافت کے قیام کے پرزور وکیل بھی۔ آپ ہی کا مشہور شعر ہے (جو غالباً 1912ء میں کہا گیا تھا)

ے تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

پھر جوابِ شکوہ نظم (1913ء) کا آخری بند یوں ہے

عقل ہے تری سپر عشق ہے شمشیر تری   میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری   تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

ے کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہی علامہ اقبال ہیں جنہوں نے ابلیس کی مجلس شوریٰ (1936ء) میں ابلیس کی زبانی

آئینِ اسلام ـــــ قرآن کے بارے میں کہلوایا ہے:

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدِ بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر! آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر
حافظ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
مُنعِموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں!
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

مست رکھو ذکر و فکرِ صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کردو مزاجِ خانقاہی میں اسے

- یہی علامہ اقبال ہیں جنھوں نے پہلی جنگ عظیم کے دوران 1917ء میں روسی انقلاب کے بعد فرمایا:

محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہوگئے
دیکھیے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون

حکمت و تدبیر سے یہ فتنۂ آشوب خیز
ٹل نہیں سکتا ”وَقَدْ کُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُوْن“
”کھل گئے“ یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ یَنْسِلُوْن

اور آنے والے دور کے بارے میں احادیث صحیحہ میں وارد تذکرہ کے مطابق اہل سنت کے اور دورِ خلافت راشدہ کے خلفائے راشدین مہدیّین کی طرح نزولِ عیسیٰؑ کے وقت سامنے آنے والا مہدی اور خلیفہ راشد(1) کا تذکرہ کیا ہے جو اس تحریر کا عنوان ہے پورا شعر یوں ہے

خضر وقت از خلوتِ دشت حجاز آید بروں
کارواں زیں وادیٔ دور و دراز آید بروں

خضر وقت یعنی مہدی، دشتِ حجاز کی خلوت سے ظاہر ہو کر سامنے آئے گا اور اس کی مدد اور حکومت کے استحکام کے لیے اس سرزمین (جنوبی ایشیا کے شمال مغربی حصے) سے قافلے سامنے آئیں گے۔(2)

اس آنے والی شخصیت کے دور مبارک میں جو واقعات پیش آئیں گے وہ تفصیل کے ساتھ احادیث مبارکہ میں موجود ہیں، یعنی بعض آیاتِ قرآنی اور محولہ بالا احادیث کے مطالعہ سے ہی علامہ کو یقین کامل تھا کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ہوگی اور اسلام دوبارہ عالمی سطح پر عروج حاصل کرے گا چنانچہ علامہ اقبال طلوعِ اسلام نامی نظم (جو 1923ء میں لکھی گئی تھی) میں فرماتے ہیں:

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

- ہمارے نزدیک تہذیب حاضر نے گزشتہ چھ صدیوں سے عالمی سطح پر BY HOOK

(1) یاد رہے کہ سیّدنا حضرت محمد ﷺ نے ایک حدیث میں (رواہ احمد عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ) اپنے بعد قیامت تک آنے والے ادوار کا تذکرہ کیا ہے جس میں فرمایا ہے کہ دورِ غلامی (ملکًا جبریًا، یورپی اقوام کی بالادستی) کے منحوس دور کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور دوبارہ آئے گا اور یہ نظام خلافت پھیل کر جلد ہی عالمی اور گلوبل ہو جائے گا۔ (الحدیث رواہ احمد عن المقداد رضی اللہ عنہ)

(2) احادیث: ابن ماجہ، الترمذی، النسائی

OR BY CROOK قبضہ کر کے انسانیت کو جو کچھ دیا ہے اس کا میزانیہ نفع ونقصان کسی لحاظ سے بھی قابل فخر نہیں ہے یہ بات حادثاتی طور پر نہیں ہے کہ عیسائیت، یہودیت، عالم اسلام، ہندوازم (1) وغیرہ اس ننگ انسانیت مغربی صہیونی تہذیب سے نجات کے لیے کسی 'مردے از غیب' 'خضرراہ' اور نجات دہندہ کے منتظر ہیں۔ مذہبی سطح پر یہ 'انتظار' ہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انسانیت جس ذہنی کرب، ناانصافی، ظلم، انسان دشمن اقدار، انسان دشمن ماحول، خدا بیزار تعلیم اور وحی بیزار میڈیا کے دور سے گزر رہی ہے وہ ناقابل برداشت حد تک پہنچ چکا ہے 'آوازِ خلق خدا کو نقارۂ خدا سمجھو' کے مصداق عالمی حالات سیاسی، ثقافتی، تہذیبی، معاشی اور اخلاقی لحاظ سے ایک کروٹ یا بہت بڑا TURN لینے والے ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اس 'حالت منتظرہ' کی کیفیت کیا ہے اور عیسائیت، یہودیت اور عالم اسلام کے اہل علم کیا سوچ رہے ہیں اور اس وقت COOKING PAN میں کیا کچھ ہے؟

عالمِ عیسائیت

عالم عیسائیت میں ایک تقسیم تو گذشتہ پانچ صدیوں سے نمایاں ہے کہ عیسائیت دو حصوں میں منقسم ہے: (1) CATHOLICS (2) PROTESTANTS

عالم عیسائیت کی ایک جغرافیائی تقسیم بہت قدیم ہے: 1۔ رومن چرچ 2۔ بازنطینی چرچ

اس کے علاوہ عالم عیسائیت میں کتنے گروہ ہیں ان کا صحیح اندازہ لگانا غیر عیسائی دنیا کے لیے خاصا مشکل کام ہے۔ عالم عیسائیت میں اس وقت دونوں بڑے گروہ اکٹھے ہیں اور ایک ہی PAGE پر ہیں۔

---

(1) ہندومت کے نزدیک بھی ایک نجات دہندہ کا وقت قریب ہے۔ ان کے عقیدہ کے مطابق سومنات مندر (جسے سلطان محمود غزنوی نے 1028ء میں فتح کیا تھا) کے عین مغرب میں عرب میں ایک بڑی عبادت گاہ ہے کعبہ۔ جب وہ نجات دہندہ آئے گا ہندومت اس کلکی اوتار کی تعلیمات کو اپنا لے گی۔ کعبہ اور سومنات کا عرض بلد گوگل ارتھ کے مطابق ایک ہی ہے۔ یہ تفصیلات بھارت سے چھپی ایک کتاب 'اگر اب بھی نہ جاگے تو......' تالیف: شمس نوید عثمانی میں درج ہیں۔

عالم عیسائیت کا بڑا حصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیے جانے کا قائل ہے اور ایک گروہ سولی کے بعد تیسرے دن زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے جانے کا قائل ہے (جبکہ قرآن مجید میں سولی چڑھائے جانے کی کامل نفی کی گئی ہے)۔ لہٰذا یہ طبقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا منتظر ہے۔ مغرب میں اس طبقے کے حضرت عیسیٰ کے انتظار کی شدت کا اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سینکڑوں (پانچ سو سے بھی زیادہ) کتابیں اس موضوع پر مارکیٹ میں موجود ہیں۔ اس موضوع پر ایک کتاب کا عنوان ہے: "FORCING GOD'S HANDS" (یعنی 'اللہ کا ہاتھ مروڑنا کہ وہ عیسیٰ کو بھیجے') لیکن یہ طبقہ مسلمانوں کے عقیدہ سے مختلف انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے قائل ہیں ان کا تصور یہود کے تصورِ عیسیٰ کے زیادہ قریب ہے۔

عالمِ یہودیّت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماننے والی یہ قوم بنی اسرائیل کہلاتی ہے اور پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد بنی اسرائیل میں آنے والے اس 'رسول' کو تسلیم نہیں کیا وہ صدیوں سے بگڑے ہوئے تھے اور قرآن مجید کے بیان مطابق وہ صدیوں سے نبیوں کو قتل کرتے آرہے تھے۔ اس کے عادی تھے۔(70:05)

وہ فلسطین میں آنے والے حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکاری تھے لہٰذا وہ اصفہان میں اب قربِ قیامت میں 'اصل مسیح' کے آنے کے منتظر ہیں حالانکہ وہ 'جھوٹا مسیح' ہوگا۔ عالم یہودیّت اور عالم عیسائیت کے مغربی ممالک میں جو مشترکہ مفادات ہیں اور یہودیت جس طرح مغربی تہذیب کے تمام اہم مراکز اور صنعت پر قابض ہے امکان یہی ہے کہ عالم عیسائیت ــــــ یہود کے 'مسیح' کو ہی اپنالیں گے اور اسی کو 'عیسیٰ' سمجھ لیں گے۔

عالمِ اسلام

عالم اسلام اس دورِ فتن میں انتہائی کرب کے دن گزار رہا ہے۔ عالم اسلام بھی اپنے لیے ایک نجات دہندہ کا منتظر ہے۔ تاہم مسلمانوں کے علمی ورثہ کے مطابق ایک 'خضر وقت' آئے گا جو عام انسان ہوگا اور پبلک کی نگاہوں میں (مکہ میں) نمایاں ہوگا لوگ اس کو جاری حالات میں حقیقی قیادت کا اہل سمجھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور وہ اس منصب پر فائز ہو کر

اس کا حق ادا کرے گا (خلیفہ راشد مہدی ہوگا) مسلمانوں کے اس مہدی کے دور سے متصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت ہے اور وہ شام کے شہر دمشق میں ظاہر ہوں گے اور وہیں اہل سنت ان کو پہچانیں گے اور ان کی مدد کے لیے جمع ہوں گے۔ (قرآن مجید میں سورۂ نساء میں آیا ہے کہ عیسائیت کا ایک اقل قلیل طبقہ بھی شام میں نازل ہونے والے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے گا)۔

اہل اسلام میں شیعہ مسلک کے لوگ اہل سنت سے ذرا مختلف نقطۂ نظر رکھتے ہیں جس کے دلائل ان کے علمی ورثہ میں ہیں ان کے نزدیک 'امام مہدی' اصفہان سے ظاہر ہوں گے۔

اہل سنت کے نزدیک مہدی مکہ سے نکل کر فلسطین کا رخ کریں گے اور وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو دمشق سے فوج کی کمان کرتے ہوئے بیت المقدس کے پاس آئیں گے، کی معاونت کریں گے۔

◐ احادیث مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مہدی، اصفہان سے ظاہر ہونے والے 'امام مہدی' اور اصفہان ہی سے ظاہر ہونے والے 'جھوٹے مسیح' یا 'مثیل مسیح' کے وقت کئی جنگوں کا تذکرہ ہے۔ احادیث مبارکہ میں مذکور واقعات کا نقشہ اہل سنت کے نزدیک کچھ یوں بنتا ہے۔ (واللہ اعلم)

1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جو 33ء میں رفع آسمانی سے متصف ہوئے تھے وہ) دمشق میں اُتر کر مقامی معتقدین کی ایک فوج کے ساتھ بیت المقدس تک پیش قدمی کریں گے۔ یہ شخصیت انگریزی زبان میں "CHRIST" کے نام سے موسوم ہے اس CHRIST کے لیے اصفہان سے ظاہر ہونے والی شخصیت (مسلم شریف کی روایت کے مطابق 'دجال' اصفہان سے ظاہر ہوگا) جسے آج کی جدید اصطلاح میں ANTI CHRIST کہیں گے وہ پھر دنیا بھر کے اہم مراکز سے ہوتا ہوا جدید ٹیکنالوجی سے لیس بیت المقدس کی طرف سفر کرے گا۔ (یہ بات یاد رہے کہ عالم عیسائیت اور عالم یہودیت کے نزدیک اصفہان سے ظاہر ہونے والا CHRIST ہوگا اور اس کا مخالف جو شام سے سفر کر کے بیت المقدس آئے گا وہ ANTI CHRIST ہوگا)۔

CHRIST اور ANTI CHRIST میں زبردست جنگ ہوگی۔ چونکہ شام سے ظاہر ہونے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس معجزات، غیبی طاقت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید

ہوگی جو ظاہر ہوگی اور ٹیکنالوجی کا مقابلہ پیغمبرؑ کے معجزانہ کمالات سے ہوگا۔(1)

2۔ یاد رہے کہ مغربی دنیا میں پچھلی پانچ دہائیوں سے STAR WARS کا تصور موجود ہے اس کے لیے زبردست تیاری ہے، اسلحہ ہے، میزائل ہیں، UFO'S ہیں اور نامعلوم 6G اور 7G سے بھی آگے کی ٹیکنالوجی ہوگی جو دجال کے پاس ہوگی۔ وہ فضاؤں میں شہر بسا دے گا۔ وہ کسی شخص کے فوت شدہ 'اکابر' کو زندہ کر کے ملا دے گا وہ جہاں چاہے گا بارش برسا دے گا جہاں چاہے گا خشک سالی پیدا کر دے گا۔

3۔ اس جنگ میں (جو کئی سال طویل ہوگی) زمین پر بڑی تباہی آجائے گی اور اربوں انسان لقمۂ اجل بن جائیں گے (عصرِ حاضر کے لٹریچر میں ہے کہ مغرب پہلے ہی دنیا کی آبادی اور وسائل کا تناسب صحیح رکھنے کے لیے 3 ارب انسانوں کو ختم کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں)۔

اسی تباہی کے پیشِ نظر دنیا بھر کے ڈالروں میں ارب پتی انسان زمین سے فرار اختیار کر کے خلا میں (یا چاند پر) بستیاں بسانے کا سوچیں گے تاکہ اس زمین سے دور کہیں آرام سے زندگی گزاریں۔ یاد رہے کہ عالم یہودیت میں، دنیا میں مسلمان اور غیر مسلم بادشاہوں کے ہاں شہزادوں اور ELITE کلاس میں ہزاروں لاکھوں لوگ ڈالروں میں ارب پتی ہیں وہ سب اس جنگ سے فرار چاہیں گے مگر بچ نہیں سکیں گے۔

4۔ قرآن مجید میں ایک صورت حال کا تذکرہ سورۂ رحمٰن میں آیا ہے:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ O فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ O فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ O (55:31-35)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کے اعلانِ ختم نبوت اور قرآن مجید کی تکمیل کے بعد اے جنو! اور انسانو! اب ہم عنقریب تمہارے لیے فارغ ہوتے ہیں تو تم اپنے پروردگار کی

---

(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں اُتر کر فلسطین جس مقصد کے لیے آئیں گے وہ یقیناً پورا ہوگا۔ وہ مقصد کیا ہے؟ کسی موقع پر الگ تحریر کا متقاضی ہے۔

کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اے گروہِ جن وانس! اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور (اللہ کی اجازت کے) زور کے سوا تو تم نکل سکنے ہی کے نہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا تو پھر تم مقابلہ نہ کرسکو گے۔

5۔ احادیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بے پناہ معجزاتی طاقت ہوگی (جو سائنسی ایجادات سے بہت آگے کی چیز ہوگی) ان کی نگاہ میں ایسی مہلک LASER POWER ہوگی کہ وہ جدھر دیکھیں گے حدِ نگاہ تک یہودی ہلاک ہوجائیں گے۔ اس طرح 'دجّال' کی سواری 'دابہ' ایک جدید خلائی جہاز سے مشابہ ہوگی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک جدید سواری پر ہوں گے۔ واللہ اعلم

- اس SCENARIO میں دنیا کے مسلمان ممالک کے لیے خارجہ پالیسی کا ہدف دمشق سے ظاہر ہونے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں کھڑے ہونا چاہیے۔ جبکہ مغربی ممالک، NATO، G5، G7، G15، G20 وغیرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے ANTICHRIST اور اسرائیل کی حمایت میں کھڑے ہوں گے۔

- حکومت پاکستان کے ذمہ داران کو مسلمانانِ پاکستان کے مذہبی جذبات کا لحاظ کرنا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ حکومت اور عوام مذہبی تصورات، اُمنگوں اور عقائد میں اختلاف کر رہے ہوں۔ حکومت پاکستان کم از کم پیغامِ پاکستان کے بیانیہ پر دستخط کرنے والے طبقہ علماء سے رہنمائی لے لیں تا کہ پاکستان کی حکومت اور عوام قرآن وحدیث کی روشنی میں آنے والے حالات میں صحیح وقت پر صحیح فیصلہ کرنے کے قابل ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھے اور دین سے وفاداری نبھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اور علامہ اقبال کے وژن کے مطابق خضر وقت کی آمد پر ان کی مدد کرنے والے قافلوں میں شامل ہونے کی توفیق بخشے تا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی ہوں اور مفکر پاکستان کی روح کو ہم سکون پہنچا سکیں۔ آمین۔

قربانی کی روح......تسلیم و رضا

شیخ عمر فاروق

کی کتاب ''شریعت اسلامیہ کے محاسن'' سے ایک مضمون

سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ (کب اور کیسے آغاز ہوا؟) فرمایا: یہ تمہارے باپ (جدّ امجد) سیّدنا ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارے لیے ان قربانیوں میں اجر ہے؟ ارشاد ہوا: قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا اون کا بھی یہی حساب ہے؟ (گائے، بکرے کے تو بال ہوتے ہیں، دنبہ مینڈھا کی اون ہوتی ہے) فرمایا: ہاں۔ اون والے جانور کی قربانی کے ہر بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے۔ (ابن ماجہ)

اسلام کی تمام تعلیمات حاکم مطلق جل جلالہ کی عطا کردہ ہیں۔ اس میں انسانوں کے لیے روشنی، بصیرت اور دنیا و آخرت کی فوز و فلاح ہے، عیدالاضحیٰ کی قربانیاں اس عظیم قربانی کی یاد تازہ کرتی ہیں جو سید ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی جان کی قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی تھی۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ نے ذوالحجہ کی 8 تاریخ کو خواب میں اسماعیل کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کا اشارہ پایا، انبیائے کرام کے خواب سچے ہوتے ہیں، صبح ہوئی تو اس اہم اور نازک معاملہ پر غور و فکر کرنے لگے، 8 ذوالحجہ کو یوم الترویہ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اس کا معنی غور و فکر

اور سوچ بچار کے ہیں، اس دن حج کرنے والے احرام باندھے ہوئے منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں۔

9 ذوالحجہ کو ابراہیم علیہ السلام نے پھر وہی خواب دیکھا تو یقین ہو گیا کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، 9 ذوالحجہ کا نام ''یوم عرفہ'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ پہچان اور معرفت کا دن ہے۔

10 ذوالحجہ کو پھر خواب دیکھا تو حکم الٰہی بجالانے میں بلا تامل بیٹے کو قربان کر دینے کا ارادہ کر لیا، دسویں تاریخ یوم النحر (ذبح کرنے کا دن) اسی وجہ سے کہلاتا ہے۔

اگرچہ عظیم باپ کو سعادت مند بیٹے سے کسی انکار اور مزاحمت کی توقع نہ تھی تاہم اس نے مشورہ کرنا ضروری خیال کیا کہ اس طریقے سے بیٹے کی عزیمت اور ثابت قدمی کا امتحان ہو سکتا تھا۔ قرآن نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ

''پھر جب وہ بیٹا (اسماعیل علیہ السلام) ان کے ہمراہ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا: بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتلاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان! وہی کچھ کیجیے جو آپ کو حکم ہوا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے''۔

آپ غور کیجئے کہ صالح اور سعادت مند بیٹے کا برملا جواب اطاعت و فرمانبرداری کا بے مثال نمونہ ہے اور حصول صبر کے لیے محض اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے کہ اس کے سوا اس کی راہ میں جان کی بازی لگانے کی ہمت و طاقت اور دے بھی کون سکتا ہے؟ پھر غور کیجیے کہ ایک پیر دیرینہ سال جس کا نخل حیات بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد ہرا ہوا اور جس کی خوشیوں اور امیدوں کا یہ ایک ہی چراغ ہے۔ اس کے متعلق حکم ہوا کہ اس کو ذبح کر ڈالو، جو ہاتھ اب تک شفقت و محبت کے لیے تھے ان سے اس معصوم کی گردن پر چھری پھیر دو۔ اس حکم کو بجالانے کا حوصلہ و ہمت اور تاب و طاقت اسی مالک کی طرف سے عطا ہوئی جس کی رضا کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس سے قبل آتش نمرود پر بلا خوف و خطر چھلانگ لگا دی تھی۔ اس وقت اگر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا تھا تو آج راحت جان کا نذرانہ پیش کرنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا، مہربان پدر اور جان پدر کی تسلیم و رضا کا

نقشہ قرآن حکیم اس طرح کھینچتا ہے:

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ

’’پھر جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لیے) پیشانی کے بل گرا دیا۔‘‘

حقیقت میں یہ تسلیم و رضا دین کی روح اور انسانی فطرت کی آواز ہے۔ ’’اَسۡلَمَ‘‘ وہ مطیع و فرمانبردار ہوا، اسلام لایا۔ ’’اَسۡلَمَا‘‘ (وہ دونوں مطیع و فرمانبردار ہوئے) اس کا مادہ ’’سلم‘‘ ہے جس کا معنی ظاہری و باطنی آفات سے محفوظ ہونا، نجات پانا اور بچنا ہے۔ اسلام، احکامِ الٰہی کو صدقِ دل سے قبول کرنے اور انہیں عملی طور پر ماننے کا نام ہے۔ جس سے کوئی شخص امن اور سلامتی کے دائرہ پر آ جاتا ہے۔ مسلم احکام الٰہی کے آگے تسلیم و رضا کا پیکر اور اس دنیا میں امن و سلامتی کا نمائندہ ہوتا ہے۔ کائنات کے خالق کے صفاتی ناموں میں سے ’’اَلسَّلَامُ‘‘ بھی ہے جس کے معنی سلامتی عطا کرنے والے کے ہیں، مسلمان ایک دوسرے کو ’’اَلسَّلَامُ عَلَيۡكُمۡ‘‘ کہتے ہیں یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں نازل ہوں اور اہل جنت کو سَلَامٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ (پروردگار مہربان کی طرف سے سلام) کہا جائے گا۔ گویا دین اسلام لوگوں کو دنیا و آخرت میں سلامتی مہیا کرتا ہے، کاش کہ لوگ اسلام کی حقیقت کو جانیں! دنیا میں آج تک جو ظلم و فساد ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اسی پیغام سلامتی سے روگردانی کا نتیجہ ہے۔

سیدنا ابراہیمؑ نے جن کی پوری زندگی رب کائنات کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزری تھی آج بھی اسی تسلیم و سپردگی کی تصویر بنے ہوئے لختِ جگر کے حلق پر چھری پھیر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کا خلوص قبول کرتے ہوئے جس طرح آگ کو ان کے لیے گلزار بنا دیا تھا اسی طرح چھری سے کاٹنے کی قوت اس نے سلب کر لی۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہاں تو صرف حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل فوری ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ

’’تب ہم نے اسے پکارا: ابراہیم! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم یقیناً نیکی کرنے

والوں کو ایسے ہی صلہ دیتے ہیں، بلاشبہ یہ ایک صریح آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی ان کا فدیہ دیا اور پچھلے لوگوں پر اس کا ذکر خیر چھوڑ دیا"۔

ذبح عظیم سے مراد یہ سینگ والا مینڈھا تھا جو فرشتوں نے وہاں لاکر حاضر کیا تھا (کہ اس کی قربانی کا اجر وثواب وہی ہوگا جو اسماعیل علیہ السلام کو قربان کردینے کا تھا) چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی فدویت اور اطاعت گزاری کی یہ اعلیٰ مثال اللہ رب العزت کو اتنی پسند آئی کہ اسے مستقل سنت بنادیا قیامت تک لوگ قربانی کرکے اس سنت کو زندہ کرتے رہیں گے۔

پس قربانی کی اصل روح مولا ومالک کے لیے تسلیم ورضا اور خلوص ووفاداری کا اعلان ہے کہ زندگی اور اس کا ہر ہر لمحہ صرف اور صرف اسی کے لیے وقف ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَا تِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ان سے) کہیے بے شک میری نماز اور میری قربانی، (تمام مراسم عبودیت) میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔"

تمہارے قیمتی سے قیمتی جانوروں کا گوشت پوست بارگاہ الٰہی میں نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کا خلوص اور پرہیزگاری اسے مطلوب ہے۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَ لَادِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ

"اللہ کو قربانی کے جانوروں کا نہ تو گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

آج جانوروں کی قربانی اس نیت سے کیجیے کہ کل اگر ہمارا مالک ہم سے ہماری جان کی قربانی طلب کرتا ہے تو اس کی راہ میں اسے لٹانے میں بھی پس وپیش نہ کریں گے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ کسی قوم کی زندگی راہِ حق میں جانی ومالی قربانی سے قائم ودائم رہتی ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (162:06)

کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے

پاکستان میں اسلام کے نفاذ میں ایک بڑی رکاوٹ

مغربی جمہوری طریقۂ انتخاب

مولانا محمد انور چیمہ ★

آئین پاکستان کے مطابق اللہ کی حاکمیّت ہے۔ یہاں قرآن وسنّت کے خلاف کوئی قانون نافذ نہیں ہوسکتا۔ 95% مسلمان آبادی کو اسلام کے مطابق (میڈیا، نظامِ تعلیم وغیرہ کے ذریعے) زندگی گزارنے کا اسلامی ماحول فراہم کرنا ان کا آئینی حق ہے غیر مسلم اقلیتی لوگوں کے حقوق کا قرآن وحدیث کے مطابق تحفّظ بھی اُن کا آئینی حق ہے۔ عملاً ملک میں ان آئینی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ کوئی دہائی دے رہا ہے کہ قومی خزانہ لٹ گیا، عوام کی دہائی ہے کہ مہنگائی سے لٹ گئے، سیاسی رہنما اپنے مفادات کے لیے رونے دھونے کی دہائی مچارہے ہیں۔ یہ سب دنیا کے متاعِ قلیل کا رونا ہے۔ علمائے حق کی طرف سے ہلکی سی آواز میں دہائی ہے کہ حق کا خزانہ لٹ گیا۔ وہ ہدایت اور دین حق کا خزانہ جو ہمارے آقا ومولا سرورِ کونین محمد رسول اللہ ﷺ لائے (هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ)۔

یہ خزانہ جہاں کامل ہدایت ودین حق پر مشتمل ہے وہیں غلبہ دین حق کی خاطر طاغوتی طاقتوں کی ناراضی کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ کیا یہ خزانہ لٹتا ہوا کسی کو نظر نہیں آرہا؟ کچھ لوگ شاید نام اس لیے نہیں لے رہے کہیں سہولت کاروں کی لسٹ میں ان کا نام نہ آجائے۔ مکہ مکرمہ (1) اور

★ ایم. ایس سی ایگریکلچر 1967ء وفاضل درسِ نظامی

(1) پہلی جنگ عظیم کے دوران

مدینہ منورہ پر قبضہ کروانے کے لیے جو سہولت کار منگوائے گئے تھے وہ مسلمان سپاہی تھے جنہوں نے گنبدِ خضراء پر گولیاں چلائیں اور سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا۔ یورپی استعمار نے وہاں ایسی حکومت کا پودا لگایا (آلِ سعود کو اقتدار بخشا) جو نہ خود خلافت کا نظام نافذ کرتا ہے اور نہ دوسرے ممالک کو اس سلسلے میں آگے بڑھنے کی اجازت دیتا ہے۔

پاکستان کے عوام میں یہ خزانہ (مذہبی جذبہ) اب بھی موجود ہے جس کی نقب زنی کے لیے مغربی جمہوریت کا ڈول ڈالا گیا ہے جو اسلام کے خلاف ایک بڑا خطرناک ہتھیار ہے۔ مغربی جمہوری طریقۂ انتخاب ایسا اسلام دشمن زہر ہے جس سے ہر گھر اور ہر گلی کوچے میں لوگ دست و گریبان ہوتے ہیں، عوام گروہ بندی کا شکار ہو جاتے ہیں، ملک پارٹیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے، بندہ بندے کا دشمن بن جاتا ہے۔ اُلفت نام کی کوئی چیز دلوں میں نہیں رہتی (الفت وہ لازوال دولت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (63:08)﴾ کہ زمین کی ساری دولت خرچ کر کے بھی اُلفت کا خزانہ ہاتھ نہیں آ سکتا)۔ لوٹ مار کے راستے کھل جاتے ہیں، لوگوں کی توجہ ایمان سے ہٹ کر متاعِ قلیل کی طرف ہو جاتی ہے۔ اس کے خلاف کوئی آواز اُٹھائے تو جرم سمجھا جاتا ہے۔ علماء حق جب کبھی اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ان کو پس زندان ڈال دیا جاتا ہے۔ حال میں ایک تحریک والوں نے عوام میں دہائی دی اور بتایا کہ اسلامی خزانہ لٹ رہا ہے لوگوں نے اس طرف توجہ دی جس پر اس تحریک والوں سے جیلیں بھر دی گئیں۔ لگ بھگ 90 ہزار علماء کرام اور کارکنان جیلوں میں ٹھونس دیے گئے۔ شاید ان علماء کرام کی ناراضی کی وجہ سے موجودہ حکومت پریشانی کے عالم میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ اب تو اسلام دشمنوں کے خلاف آواز اُٹھانے والے افراد کے خلاف بھی کارروائیاں ہو رہی ہیں اور مسلمان رہنماؤں کے ذریعے ہی دینی مدارس بند کیے جا رہے ہیں۔ یہ سارا کچھ مغربی جمہوری انتخاب کا کیا دھرا ہے۔ ایسے طریقۂ انتخاب میں حصہ لینے کے لیے سکولوں، کالجوں کے بھگوڑے، جعلی سندوں کے حامل، بگڑے ہوئے صاحبزادے، بے راہ رو لینڈ لارڈ، کرپٹ ذہن کے مالدار اور غنڈہ گردی کے ماسٹر مائنڈ دین دشمن اور قتل ناحق کے مجرم کامیاب امیدوار ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی پیداوار کے لیے مغربی

جمہوری طریقۂ انتخاب بہترین مشین ہے۔ان کے مقابلہ میں ایک پڑھا لکھا دیندار شریف آدمی آسانی سے ہرادیا جاتا ہے۔ایسے طریقہ انتخاب سے برآمد شدہ لوگوں سے سُہانی امیدیں رکھنا شر سے خیر تلاش کرنا ہے۔اس چور دروازے سے آنے والا ممبر ہو یا وزیر،عوام الناس سے خوف زدہ ہوتا ہے، لاکھوں کی گاڑیاں اور درجنوں باڈی گارڈ اپنے ساتھ لیے پھرتے ہیں ان کے دم قدم سے شیشہ کیفے اور عیاشی کے بڑے بڑے اڈے آباد ہیں جہاں جانا ہی شریف آدمی بُرا سمجھتا ہے۔ عوام الناس کو دو وقت کی باعزت روٹی میسر نہیں، ملک دیوالیہ ہونے کے قریب ہے اسی ملک کی اشرافیہ کا یہ حال ہے کہ ان میں سے جب کسی بڑے عہدہ دار کا دورہ ہو تو کئی دن اس سڑک پر عام آدمی نظر آجائے تو اس پر خطرناک ہونے کا شبہ کیا جاتا ہے۔یہ ساری قباحتیں اسی نظام کی پیداوار ہیں۔ان میں ہوسِ اقتدار اس قدر ہوتا ہے کہ جب قائداعظم کی میّت کراچی ایئرپورٹ پر آئی اُسے کوئی حکومتی آدمی لینے نہ گیا۔سر ظفراللہ قادیانی نے تو سرے سے جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا۔ہم نے اس دین دشمن نظام سے کچھ سبق حاصل نہ کیا۔

1970ء کے الیکشن کی بات ہے مغربی جمہوریت کے اکھاڑے کے سب سے بڑے پہلوان کے ہاتھوں پاکستان جیسی عظیم اسلامی نظریاتی ریاست دولخت کروا بیٹھے۔مسلمان، مسلمان کا دشمن بنادیا۔90 ہزار مسلمان سپاہی کفر کے ہاتھوں قید ہوئے۔دنیا جہاں میں رسوائی ہوئی۔ یہ خبر جب سنی کہ ڈھاکہ پر قبضہ ہوگیا ہے تو کھانا کھاتے لوگوں کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا۔مسافر یہ سن کر گھر کا راستہ بھول گئے۔کئی کئی روز گھروں میں کھانا نہ پکا پھر بھی ہمیں سبق یاد نہ رہا۔اب ہم کس منہ سے بھارت کے ہاتھوں کرکٹ کے چند منچلوں کے ہار جانے پر ہاتھ مل رہے ہیں۔ جنھوں نے اسلامی طریقۂ نصب الامام چھوڑ کر مغربی طرزِ جمہوریت میں عزت تلاش کی ان کا حشر عدل وانصاف کے تاجدار فاروقِ اعظم کے مشہور قول میں درج ہے کہ نَحْنُ قَوْمٌ أَعَزَّنَا اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ فَمَتٰی ابْتَغَیْنَا بِغَیْرِ الْاِسْلَامِ أَذَلَّنَا اللّٰہُ (ہم ایسی قوم ہیں کہ اللہ نے ہمیں اسلام کی بدولت عزت دی ہے اگر ہم اسلام کے بغیر عزت تلاش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کردے گا)۔اسمبلی اجلاس میں ممبران میں آپس کی ایمان سوز گفتگو سنیں دنیا جہاں کی جہالت نظر آتی ہے۔یہاں تک بھی ہوا ہے کہ مشرقی پاکستان ڈھاکہ اسمبلی اجلاس میں ایک ممبر نے

دوسرے کو کرسی مار کر ہلاک کر دیا۔ آج بھی اگر مغربی جمہوریت(1) سے توبہ کر لی جائے اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ(2) کا راستہ اختیار کر کے اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لیں تو یقیناً ملت اسلامیہ کی عظمتِ رفتہ بحال ہو سکتی ہے۔

یہ کیسا جمہوری طریقۂ انتخاب ہے جس میں ضمیر فروشوں کی بولی کی منڈی لگتی ہے۔ حضرت قائداعظم کے جاں نثار ساتھی مرزا احسن اصفہانی 1946ء میں کلکتہ کی صوبائی سیٹ پر الیکشن لڑ رہے تھے کہ مخالف امیدوار نے زرِضمانت 150 روپے لے کر بیٹھ جانے کی آفر کرائی۔ قائداعظم کو علم ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ مخالف امیدوار سے ڈیل نہیں کرنی۔

اب سوال یہ ہے کہ موجودہ جمہوری طریقہ انتخاب اتنا ناقص ہے کہ جس میں صادق و امین پرہیزگار متشرع سربراہ کا چناؤ ناممکن ہے اس کی جگہ کونسا طریقہ انتخاب اپنایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کیا جائے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا

تو اس کے لیے اوّل شرط اہلیت: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ دوسری بڑی شرط: رسول اکرم ﷺ کا ارشاد پاک: اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّي عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ (ہم اس منصب پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کریں گے جو اس کو مانگے گا یا اس کی حرص کرے گا)۔ مدینہ کی ریاست میں کسی عورت نے انتخابات میں حصہ نہیں لیا، نہ ووٹ ڈالا۔

مندرجہ ذیل اصولوں کے تحت اگر الیکشن کروائے جائیں تو نیک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور مدینہ کی ریاست جیسا خواب دیکھا جا سکتا ہے۔

حکمران کے لیے شرائط

1۔ قرآن و حدیث کو سمجھتا ہو اور اس پر عمل پیرا ہو۔ 2۔اسلام کو سب پر افضلیت دے۔

3۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں سب سے افضل ہو۔ 4۔غلبہ اسلام کا داعی ہو۔

5۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ علمی شخصیت ہو۔ 6۔نیک سیرت اور اچھی شہرت کا حامل ہو۔

---

(1) عوامی حاکمیّت جو کہ شرک ہے اکثریت کی آراء کا اتباع اور سائنسدانوں کو لبرل ازم کے 'پیغمبر' کا درجہ دینا۔

(2) اللہ کی مطلق حاکمیّت، حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت و رسالت پر ایمان اور آپ کے فرامین کی غیر مشروط اطاعت یعنی عوامی خلافت اور ممبران شوریٰ کے علم و فضل و تعلیم کی کڑی شرائط۔

وزراء کا چناؤ اس طرح کا ہو کہ جس محکمہ کا وزیر بنایا جائے وہ اس محکمہ کے متعلقہ امور کو اچھی طرح جانتا ہو اور اس میں ماہر ہو۔ مثلاً محکمہ تعلیم کا وزیر ماہر تعلیم ہو۔ جہاں حکمران کے لیے اصول مقرر ہیں اسی طرح ووٹر کے لیے بھی اصول ہیں۔ ہر بندہ رائے دینے کا حق نہیں رکھتا۔ اس سے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ موجودہ طریقۂ انتخاب میں حق تلفی ہے کہ ایک اَن پڑھ چور جاہل کا ووٹ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ متقی پرہیزگار کے ووٹ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ یہ کونسی جمہوریت کا انصاف ہے کہ ایک اندھے کو صاحب بصیرت کے برابر سمجھا جائے۔ اس لئے اس جمہوریت کو تماشا کہا گیا ہے۔ بقول علامہ اقبال

ے جمہوریّت اِک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ووٹ ڈالنے کا حق اسے دیا جائے جو کم از کم میٹرک تک تعلیم یافتہ ہو، قرآن سمجھتا ہو، امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر کاربند ہو۔ سیاسی سوجھ بوجھ رکھتا ہو، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔

اس کا آخری اور پسندیدہ حل یہی ہے جو حکمرانوں، دینی قیادت اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ علماء کرام اور مشائخ عظام سر جوڑ کر بیٹھیں اور قرآن وسنت کی روشنی میں موجودہ جمہوری طریقۂ انتخاب میں ردّ وبدل کر کے اجتہاد کی صورت میں ایک خاکہ بنا کر قومی اسمبلی میں بھیجیں جیسے جنوری 1951ء میں 33 علماء کرام نے 22 نکات کراچی دستور ساز اسمبلی میں پیش کیے تھے۔ حکومت کو عوام کے ذریعے مجبور کر دیں کہ وہ اس اجتہاد کے وضع کردہ اصولوں کے تحت انتخابات کروانے کی منظوری دے۔

اگر موجودہ طریقہ انتخاب سے توبہ نہ کی گئی تو جو پاکستان کا نقصان ہوتا نظر آ رہا ہے اس کے ذمہ دار مغربی جمہوریت کے داعی ہوں گے اور ایک لوٹ کر چلا جائے گا دوسرا لوٹنے کے لیے آ جائے گا۔ دولت کی لوٹ مار سے ایمان کی لوٹ مار زیادہ خطرناک ہے۔ سب سے بڑھ کر اس کی ذمہ داری علماء ومشائخ عظام پر ہے (علماء ومشائخ عظام اور بہادر عوام کا یہ طبقہ وہی ہے جس کے باپ دادا نے قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دے کر پاکستان کا قیام ممکن بنایا تھا۔ اب اس کی نظریاتی حفاظت بھی انہی کی ذمہ داری ہے) کہ اگر انھوں نے آگے بڑھ کر نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

نفاذ کا اہتمام نہ کیا تو یومِ حساب اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ یہ اسی مغربی سیکولر، لادین اور اسلام دشمن جمہوری طرزِ انتخاب کا شاخسانہ ہے کہ 'ریاستِ مدینہ' کے قیام کے دعویداروں کی آنکھوں کے سامنے لاہور میں اس رنجیت سنگھ کا، جس کے دور میں شاہی مسجد گھوڑوں کا اصطبل تھا، مجسمہ لگا دیا گیا ہے اور مزید برآں سندھ میں راجہ داہر کو ایک صوفی مسلمان ظاہر کر کے اس کے مجسّمے لگانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

اسلام کی فکری اور عملی تاریخ بھی یہی ہے کہ ہر دور میں ایسے بے شمار چیلنجوں اور مبارزتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دورِ جدید میں سب سے بڑا مسئلہ جمہوری طرزِ حکومت کے انتخابات ہیں۔ اس کا مستقل حل اسلام کا نفاذ ہے۔

ے اہل ہوس میں گرم ہے پھر جنگ اقتدار
شعلوں کی زد میں سارا گلستاں ہے دوستو

بقول علامہ اقبال ے گریز از طرز جمہوری، غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

(ترجمہ: جمہوری طرز حکمرانی سے گریز کرو اور کسی ایک پختہ کار انسان کو اپنا حاکم بناؤ۔
کیونکہ دو سو گدھوں کے دماغوں سے ایک انسان کی فکر بھی حاصل نہیں ہوسکتی)

بقول شاعر ے وطن کی فکر کر، ناداں! قیامت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے تذکرے ہیں آسمانوں میں

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ذی الحجہ کے (پہلے) دس دنوں میں بندے کا عبادت میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کو سب دنوں سے زیادہ محبوب ہے۔ ان میں سے ہر دن (9 دن) کا روزہ سال کے روزوں کے برابر ہے اور ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (الترمذی، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

علامہ اقبالؒ اور خلافت

محمد دین جوہر

21/اپریل 2019ء بروز اتوار کو قرآن اکیڈمی جھنگ میں 'علامہ اقبال کا تصورِ خلافت' کے موضوع پر سیمینار ہوا تھا جس میں متعدد صاحبانِ علم و فضل نے خطاب فرمایا تھا۔ جناب محمد دین جوہر صاحب کا تحریری خطاب اب افادۂ عام کے لیے شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

پوری مسلم تاریخ میں ہمارے نظامِ سیاست کا عنوان خلافت رہا ہے، اور مرکزِ خلافت سے دور مسلم معاشروں کا سیاسی نظم و نسق سلطانی یا بادشاہت کے زیرِ عنوان سامنے آیا ہے۔ ان ادوار میں خلافت اور سلطنت باہم متناقض نہیں تھے۔ اگر علم الاسما (nomenclature) سے آگے دیکھنے کی کوشش کی جائے تو بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب میں خلافت اور سلطانی دونوں کا سیاسی ورلڈ ویو بغیر کسی بڑے فرق کے یکساں طور پر مذہبی رہا ہے۔ خلافت اور سلطنت جس سیاسی عمل کا بیان ہے اور جس سیاسی طاقت کی تفصیل ہے، وہ طویل صدیوں تک مذہبی زبان ہی میں سامنے لائے جاتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے سیاسی اور قانونی مباحث اور اسالیبِ فرمانروائی مذہبی طور پر حد درجہ متعین اور واضح تھے، اور مسلمانوں کا سیاسی شعور انہی مذہبی سانچوں میں تشکیل پایا تھا۔ لیکن سولھویں صدی کے آغاز سے بحر میں اور اٹھارھویں صدی کے اوائل سے بر میں استعمار کی افتاد ایسی آن پڑی کہ مسلم معاشروں کے سیاسی در و بست ریت کے گھروندوں کی طرح بکھرتے چلے گئے۔ مغرب سے جہاں بینی کی نئی فکر اور کارِ جہاں بانی کے نئے عملی اسالیب ظاہر ہوئے اور مسلم سیاسی فکر و عمل سمٹتے چلے گئے، اور آج ایک طرح کی خودکلامی میں

اپنے آپ کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ گزارش ہے کہ خلافت، ہمارے مذہبی علم کا موضوع ہے اور علمائے دین ہی کو زیبا ہے کہ وہ اس پر کلام فرمائیں۔ میں کچھ ضروری سیاسی پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا۔ انسان کا ہر انفرادی اور سیاسی عمل ایک یقینی ساخت کا حامل ہوتا ہے، اور اس کا مقصود و معنی، فکر میں قابل اظہار ہوتا ہے۔ عبدیت اور عدلِ اجتماعی کے مقصود اور منزل کے طور پر خلافت ہمارا قابل حصول آئیڈیل ہے، لیکن یہ اپنی قدیم ساخت میں قابلِ احیا نہیں۔ عبادات اور مکارم الاخلاق میں ہیئت حکمی لازم ہے، اور اس میں ردّ و بدل کرنا دین سے انکار ہے، جبکہ خلافت میں عبدیت اور عدلِ اجتماعی کے مقصود کو نظر انداز کر کے اس کی کسی روایتی ساخت پر اصرار کرنا تاریخ سے انقطاع پر اصرار کرنا ہے۔ میری رائے میں خلافت کوئی نزاعی مسئلہ نہیں ہے۔ اس حوالے سے اصل بحث اس سیاسی عمل کی ہے جس کے ذریعے یہ آئیڈیل قابل حصول ہوسکتا ہے۔ یہ عمل جہاد ہے۔ جہاد کی فقہی تعبیرات ضروری لیکن ناکافی ہیں، کیونکہ ایک سیاسی اور عسکری عمل کے طور پر جہاد بہت گہرے تہذیبی مضمرات کا حامل ہے۔ 'عصر حاضر' کے خلاف اقبالؒ کا اعلانِ جنگ اصلاً جہاد کی تہذیبی مزاحمت کے طور پر ایک نئی تشکیل ہے۔ 'عصر حاضر' وہ تاریخی رہگزر ہے جس سے گزر کر ہی ہم اپنے خلافتی آئیڈیل تک پہنچ سکتے ہیں۔ میں اپنی گزارشات کو اس تہذیبی مزاحمت تک محدود رکھنا چاہوں گا۔

خاص طور پر برصغیر کے تناظر میں، اٹھارھویں صدی سے لے کر آج تک مذہبی سیاسی تصورات ایک ایک کر کے ظاہر ہوتے اور تاریخ کے دبیز ہوتے کہرے میں غائب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہم ان سیاسی تصورات کو مذہبی متون کی جدید تشریحات کہہ سکتے ہیں، اور ان کے صحیح و غلط کا فیصلہ علما کے ذمے ہے۔ ان تمام تصورات میں، تاریخ کا استعمار کے طور پر شعور غیر حاضر ہے۔ ہمارے ان سیاسی تصورات میں جدید سیاسی طاقت کے دو بنیادی ادراکات بھی غیر حاضر ہیں جن کے بغیر ہم عصر دنیا میں کوئی سیاسی گفتگو اور عمل واقع نہیں ہوسکتا۔ ایک یہ کہ جدید سیاسی طاقت خلیفہ یا سلطان کی طرح شخص مرکز نہیں، اور ایک ایسی اکائی (entity) کا نام ہے جو انسان سے منفک اور ماورا ہے۔ دوسرے یہ کہ جدید سیاسی طاقت کا اصولِ تشکیل سرمائے کے اصول پیداوار (mode of production) سے ماخوذ ہے۔ جہاں بنی، جہاں بانی کو مستلزم ہے۔

ہماری گزشتہ ڈھائی سوسالہ مذہبی سیاسی فکر ہماری تسلی کے لیے مذہبی متون کی تشریح و وضاحت تو ہوسکتی ہے، جہاں بینی اور جہاں بانی کے لیے درکار فکر ہونا کوالیفائی نہیں کرتی۔ کم ازکم گزشتہ دو صدیوں کی مذہبی سیاسی فکر اور عمل کے بارے میں ایک بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ شعور میں مغرب سے عینیت تلاش کر رہی ہے اور عمل میں مزاحمت پر گامزن ہے۔ اس بنیادی مسئلے کی وجہ سے ہمارا مذہبی سیاسی موقف آج تک فکری اختلال، عملی اضمحلال اور تہذیبی دریوزہ گری سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ عصر حاضر میں جہاد کی تہذیبی مرادات کو معلوم کرنے اور جدید سیاست و تاریخ سے نبرد آزما ہونے کے لیے جو رہنمائی درکار ہے اس کا واحد منارۂ نور اقبالؒ ہے۔ اقبالؒ جس تہذیبی مزاحمت کو سامنے لائے ہیں، وہ صرف جنگ کے میدانوں تک محدود نہیں رہی، بلکہ اَنفس، تاریخ اور نیچر تک پھیلی ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ جس چیز کو ہم 'عصر حاضر' کہتے ہیں، اس نے انسان کی حیاتِ اجتماعی میں تین ایسی گہری تبدیلیاں پیدا کی ہیں، جن کو پیشتر سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ سیاسی طاقت پر مذہبی حوالے سے درست گفتگو کی جاسکے اور پھر درست سیاسی عمل کو سامنے لایا جاسکے۔ ان میں سے اوّل، نیچر کا دائرہ ہے جہاں مشین اور ٹیکنالوجی نے انسان کے ارضی احوال کی جو کایا کلپ کی ہے وہ تقدیری نوعیت کی ہے۔ ٹیکنالوجی سے مراد عملِ انسانی کے تمام مادی امکانات کو نچوڑ لینے کی حد تک بروئے کار لے آنا ہے، جبکہ عملِ صالحہ سے مراد انسانی عمل کو حق کی صلابت عطا کرنا اور خیر سے مملو کر دینا ہے۔ مشین اور ٹیکنالوجی نے ارضی زمان و مکاں کو تبدیل کر دیا ہے، اور انسان کے میکانکی افعال اور اسالیبِ معاش کو یکسر بدل دیا ہے۔ ان نئے ارضی احوال نے انسان کے نفسی احوال کو بھی براہِ راست متأثر کیا ہے۔ اقبالؒ نے اسی تبدیلی کی طرف اشارہ کیا ہے جب وہ فرماتے ہیں کہ ''وہ ایک نئی خودی کے حامل انسان کا ظہور دیکھ رہے ہیں''۔ دوسری تبدیلی کا تعلق معاشرے اور تاریخ کے دائرے سے ہے جس میں مشین اور ٹیکنالوجی کے پیدا کردہ میکانکی افعال کا غلبہ دینی معاشرت اور اعمالِ صالحہ کی گنجائش کو کم کرتا چلا گیا اور اعمال صالحہ کی نفسی اور سماجی ہیئت پر براہِ راست اثر انداز ہوا۔ تیسرا دائرہ انسانی شعور کا ہے جو جدید اور سائنسی علوم کے روبرو ایک تشکیل نو سے گزرا، اور ان علوم کی روبروئی نے خود انسانی شعور کی ساخت کو بدیہی طور پر تبدیل

کر دیا۔ جدید علوم نے روایتی ایمانیات کے حامل انسانی شعور کو براہِ راست متأثر کیا۔ عصرِ حاضر میں انسان جن اَنفسی، تاریخی اور آفاقی تبدیلیوں سے گزر رہا ہے اور جن سے وہ دوچار رہے، اور خاص طور پر مسلمانوں کو جس صورتِ حال کا سامنا ہے، صرف اور صرف اقبال ہی اس کا درست مذہبی ادراک اور گہرا تہذیبی شعور رکھتے ہیں، اور ان سے نبرد آزما ہونے کی سوجھ بھی صرف انہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ عین یہی وہ 'عصرِ حاضر' ہے جس کے خلاف اقبالؒ نے اعلانِ جنگ کیا ہے، اور ہمیں اسی اعلانِ جنگ کے تحت اپنے تہذیبی عمل کو سامنے لانے کی ضرورت ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ روایتی معاشروں کی طرح مسلم معاشروں میں بھی سیاسی طاقت شخص مرکز تھی جس میں بادشاہ یا سلطان سیاسی طاقت کا مرکز تھا، اور اس کو براہِ راست فرمانروائی اور افعالِ جہانبانی کا مکلّف اور ذمہ دار گردانا جاتا تھا۔ جبکہ جدید سیاسی طاقت فرد یا افراد سے منفک، الگ اور مستقل بالذات، ماورائے انسان ایک اکائی یا اکائیوں کا مجموعہ ہے جسے نظام کہا جاتا ہے۔ اس کا طاقتی اور تنظیمی اصول سرمائے کی ارتکازی تشکیل کے منہج سے حاصل ہوا ہے۔ جدید سیاسی طاقت کا نظام کی صورت میں سب سے بڑا مظہر ریاست ہے۔ یہ ریاست خودمختاری کی حامل ہے لیکن عالمگیر سیاسی نظام میں یہ خودمختاری حد درجہ اضافی ہے، اور سرمائے اور طاقت سے متعین ہوتی ہے۔ یہ کہنا دیانتداری نہیں کہ ہمارے ہاں ریاست پر علمی بحث کا آغاز ہو چکا ہے۔ دیانتداری یہ ہے کہ ہمارے ہاں ریاست پر سیکولر یا مذہبی تناظر میں کوئی علمی اور فکری گفتگو موجود ہی نہیں ہے۔ میری رائے میں ریاست کی گفتگو میں دو ضروری پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا اہلِ علم کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ ایک یہ کہ جدید ریاست، ہر جدید معاشرے کی بقائے محض کا اصول اوّل ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے ہاں مذہبی اور سیکولر تناظر میں ہونے والی ہر گفتگو معاشرے اور نظامِ ریاست کے مابین ایک ایسی مخاصمت پیدا کرتی ہے جو پورے معاشرے کے لیے مہلک ہے۔ اگر ہم 'عصرِ حاضر' کے خلاف تہذیبی مزاحمت کا کوئی خواب رکھتے ہیں، تو وہ صرف معاشرے اور ریاست کی یکتائی ہی میں ممکن ہے، کسی داعشی اور پاکستان طالبانی تناظر میں ممکن نہیں۔

اس درازنفسی کے لیے معذرت کے ساتھ ساتھ ایک گزارش سامعینِ باتمکین تک پہنچانا مقصود تھا کہ دین ہمارے لیے فتح وشکست میں ہدایت ہے۔ فتح میں یہ عدلِ اجتماعی کا قیام ہے، اور

شکست میں یہ جہاد ہے ایک وسیع تر تہذیبی مزاحمت کے طور پر۔ میں پورے یقین کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دوسو سالہ تاریخ میں اقبال کے علاوہ کوئی ایسی چشم بصیرت نہیں رکھتا جو ہماری شکست کے طویل دورانیے میں ہدایت اور تاریخ کو تہذیبی تناظر میں دیکھنے پر قادر ہو۔ میری گزارش ہے کہ مسلمانوں کے ہاں سیاسی افکار کی بحثیں بہت ہو چکی ہیں، اور مذہبی سیاست کے عملی تجربے بھی کچھ کم نہیں۔ لیکن تاریخ میں ان کی نتیجہ خیزی سب کے سامنے ہے۔ اب وقت ہے کہ ہم اقبالؒ کے بلند کردہ 'عصر حاضر کے خلاف اعلانِ جنگ' کی طرف رجوع کریں، اور جدید تاریخ کے قلزم خوں کو عبور کرنے کا حوصلہ پیدا کر کے عملی منصوبہ بندی کا آغاز کریں۔

'عصر حاضر کے خلاف' اقبالؒ کے 'اعلانِ جنگ' سے مراد یہ ہے کہ نیچر، معاشرہ و تاریخ اور شعورِ انسانی پر قابض تہذیبِ مغرب کے خلاف تہذیبی مزاحمت کا فکر و عمل میں آغاز کیا جائے۔ یہ مزاحمت انفس سے شروع ہو کر معاشرہ و تاریخ کی مقتل گاہوں سے گزر کر نیچر کے میدانوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ خلافت کی جدوجہد صرف متن کی تشریح اور بے فراست سیاسی عمل نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسی تہذیبی مزاحمت کا تقاضا کرتی ہے جو اقبال کے ہاں اپنی تکمیلی حالت میں نظر آتی ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ خلافت کے لیے ہم جس جغرافیے کی تلاش میں ہیں، اس کے سارے راستوں پر عصر حاضر توپ و تفنگ سے خیمہ زن ہے۔ یہ جغرافیہ، خونیں تاریخ سے نبرد آزمائی کے بعد نمودار ہوتا ہے۔ اقبال کی نظر بہت گہری ہے اور وہ زماں کی عالمگیر اور انفس و آفاق پر قابض قوتوں کو دیکھ رہے ہیں اور عصرِ حاضر انہیں قوتوں کا عنوان ہے۔ ہمیں درپیش تہذیبی مزاحمت دورِ حاضر کے روبرو ہے، اور ہر نوع کی مزاحمت ہم عصر وسائل کو منتہائی سطح پر استعمال کیے بغیر ممکن نہیں ہوتی۔ مزاحمت کی اس لازمی شرط پر غور کرتے ہوئے ہمیں جدید ریاست کے غیر معمولی طاقتی اور پیداواری وسائل سے ایک لمحے کے لیے آنکھ نہیں ہٹانی چاہیے۔ یہ لازمی شرط اولین شرط بھی ہے کہ ہم کم از کم متوارث استعماری ریاست کو اپنی ضروریات کے مطابق ایک طاقتور اور خودمختار ریاست میں تبدیل کرنے کے سیاسی عمل کا آغاز کریں۔

چھوٹے نہیں بڑے لوگ

پروفیسر ڈاکٹر حبیب اللہ چشتی

(بشکریہ ماہنامہ ضیائے حرم، اسلام آباد، جولائی 2019ء)

عموماً انسان مادیّت کی سطح پر جیتا ہے، وہ حُسن وقبح کے فیصلے بھی مادی پیمانوں سے کرتا ہے، دانائی اور حماقت میں فرق بھی مادی چمک دمک کے معیار سے کرتا ہے، مادیّت پرستی اور جاہ و منصب کی سوچ اسے یہاں تک گرادیتی ہے کہ وہ ہر چیز کو ظاہری سج دھج میں ہی محدود سمجھتا ہے اور تمام حقائق کو پس پشت ڈالتے ہوئے وہ مادی حوالوں کو ہی عظمت کا معیار سمجھ لیتا ہے۔ وہ یہی نظریہ اپنالیتا ہے کہ مادی وسائل ہی ہر خیر کی دلیل ہیں۔ جس کے پاس دولت ہے وہ عقل مند ہے، اسی کے پاس قوتِ فیصلہ ہے اور وہی نظر ربوبیت میں محبوبیت کا حامل ہے اور یہ سوچ اسے اس حد تک حقیقتوں سے دُور کردیتی ہے کہ وہ اُخروی نجات کے فیصلے بھی مادی وسائل کی روشنی میں کرتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ میرے پاس دولت زیادہ ہے یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے تو لازمی طور پر اُخروی کامیابی بھی میرے لیے ہی ہوگی۔ قرآن کریم میں ایک سرکش انسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جب وہ ظالم اپنے باغ میں داخل ہوا تو کہنے لگا:

وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا O (36:18)

''اور میرا یہ خیال نہیں ہے کہ قیامت آئے گی اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو یقیناً مجھے ان سے بہتر مقام ملے گا''۔

مشرکین مکہ کہتے تھے:

وَ قَالُوۡا نَحۡنُ اَکۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّ اَوۡلَادًا وَّ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ O (35:34)

''ہمارے پاس مال اور اولاد بہت زیادہ ہے اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا''۔

ان کے اس باطل نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا گیا:

قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ O (39:34)

''آپ فرما دیں کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں''۔

یعنی رزق کی کمی بیشی کوئی خدائی بھید ہے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے راضی یا ناراض ہونے سے نہیں اس کا فیصلہ رضائے الٰہی کی طلب ہونے یا نہ ہونے سے ہوگا۔

ان تمام حقائق کے باوجود انسان کی مادیت پرستی اس حد تک چلی جاتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دانش مند بھی وہی ہے جو دولت مند ہے اور خوش نصیب بھی وہی ہے جو دولت مند ہے۔ جس انسان کی مالی حیثیت کمزور ہو اس کی اعلیٰ بات بھی ٹھکرا دی جاتی ہے اور مادیّ کروفر والے کی احمقانہ بات بھی دانش وبینش کا ہمالہ قرار پاتی ہے ؎

میری غربت نے اڑایا ہے میرے فن کا مذاق
تیری دولت نے تیرے عیب چھپا رکھے ہیں

مولانا روم ایک حکایت میں فرماتے ہیں کہ ایک بندہ اپنے گدھے پر کچھ لادے ہوئے جا رہا تھا راستے میں اسے ایک آدمی ملا اس سے کہنے لگا کہ گدھے پر کیا لادا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا ایک طرف گندم ہے اور ایک طرف مٹی ہے، اس نے کہا: مٹی کیوں لادی ہوئی ہے؟ اس نے کہا کہ مٹی اس لیے لادی ہوئی ہے کہ دونوں طرف وزن برابر رہے ورنہ میں صرف گندم لے جا رہا ہوں۔ اس آدمی نے کہا تم گندم ہی آدھی آدھی کر کے دونوں طرف کیوں نہیں لاد لیتے تا کہ گدھے پر بوجھ کم ہو جائے؟ وہ کہنے لگا تم نے بہت اچھی بات کہی ہے تم تو بہت امیر آدمی ہو گے تمہارا کیا کاروبار ہے؟ اس نے کہا میں غریب آدمی ہوں میرا کوئی کاروبار نہیں۔ دو تین سوالات کے بعد جب اسے

یقین ہو گیا کہ یہ ایک بالکل غریب آدمی ہے تو گدھے والا اسے کہنے لگا تم اپنی عقل کو اپنے پاس رکھو؟ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں جیسے جا رہا ہوں مجھے ایسے ہی جانے دو اور وہ گندم اور مٹی ویسے ہی لادے ہوئے چلا گیا۔

اس حکایت میں انسانی مادیت پرستی کی بہت بڑی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ جس کے پاس مادی وسائل نہ ہوں اس کی اچھی بات بھی انسان کو حماقت ہی معلوم ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

الکلمة الحکمة ضالّة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بها (ترمذی)

''حکمت بھری بات بندہ مومن کی گمشدہ میراث ہے وہ اسے جہاں بھی پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے''۔

مراد یہ ہے کہ حکمت بھری بات ہر جگہ سے لینی چاہیے وہ کوئی بادشاہ کہے یا گداگر، کہنے والا عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو یا پیوند لگے کپڑے، وہ ترکی گھوڑے پر سوار ہو یا کسی چوک پر بیٹھا جوتے گانٹھ رہا ہو۔ اس تناظر میں حکم ربّانی تو یہ ہے:

وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا (269:02)

''اور جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی''۔

یعنی جسے حکمت سے نوازا گیا وہ چھوٹا ہو بڑا، امیر ہو یا غریب، آقا ہو یا غلام، بادشاہ وقت ہو یا فقیر راہ نشیں، ہر حال میں بہت بڑا آدمی ہوگا۔ لیکن انسان عظمت اور بڑائی کے پیمانے بھی مادیات میں محدود کرنا چاہتا ہے اور یہ دراصل اس کے تکبر اور سرکشی کا ایک مظہر ہے ورنہ جیسے پھول کی شان ہوتی ہے ویسے ہی کانٹے کی بھی اک آن ہوتی ہے جیسے بادشاہ کی ایک دنیا ہے ایسے ہی فقیر کا بھی ایک اپنا جہاں ہوتا ہے ہمارے عہد کے معروف دانشور جناب واصف علی واصف لکھتے ہیں:

کسی شے کو چھوٹا سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے یا دور سے دیکھا جائے یا غرور سے دیکھا جائے ورنہ اگر اسے قریب سے دیکھا جائے، عزت سے دیکھا جائے تو وہی شے اپنے اندر اک جہان رکھتی ہے۔ اک ذرہ بے مایہ اپنے اندر سرمایہ گراں مایہ رکھتا ہے۔ ذرے کا دل چیرا گیا تو کتنے آفتاب لرز گئے۔ اسی طرح قطرے کے اندر وسعت بے کراں ہے۔ وہ اپنے دل ہی دل میں

خود کو قلزم ساز سمجھتا ہے بلکہ قلزم نواز سمجھتا ہے۔ (قطرہ قطرہ قلزم)

کسی کی خستہ حالت کو دیکھ کر اس کی بات کو بے وقت سمجھنا انسانی سوچ کا گھٹیا پن ہے اور بات کے پیمانے پر انسانی اقدار کا تعین کرنا عظیم لوگوں کا وطیرہ ہے۔ مادیت پرست تکبر کی نفسیات پالنے کے سبب خیر سے محروم رہے گا اور طلب صادق رکھنے والا ہر جگہ سے خیر پائے گا۔ انسان کے چھوٹا یا بڑا ہونے کا معیار مادیات نہیں اس کی بات اور سوچ ہے۔ آیئے چند ایسے لوگوں کی باتوں میں غور کریں جو بظاہر بہت چھوٹے لگتے تھے لیکن حقیقت میں عظمت ان پر نازاں تھی اور پھر خود ہی فیصلہ کرلیں کہ یہ چھوٹے لوگ تھے یا بڑے؟

ایک حجام کی تعلیمِ اخلاص

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا تھا۔ اس کی توضیح میں فرمایا کرتے تھے کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا بال کٹوانے کے لیے میرے پاس پیسے نہیں تھے۔ میں ایک حجام کی دوکان پر گیا۔ وہ ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا کیا اللہ کی رضا کے لیے میرے بال بھی کاٹ دو گے؟ اس نے کہا ہاں! اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ ابھی اس شخص کی حجامت مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حجام اسے کہنے لگا آپ ذرا اُٹھ جایئے کیونکہ جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرنا ہے وہ سب سے پہلے کرنا چاہیے اور جب درمیان میں خدا کا نام آ گیا تو میں نے سب کچھ پالیا۔ پھر مجھے بٹھایا۔ میرے سر کو بوسہ دیا اور میری حجامت بنا دی۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا جس میں ریزگاری تھی مجھے کہنے لگا اسے اپنی ضرورت میں خرچ کرنا۔ میں نے دل سے تہیہ کیا کہ جوں ہی مجھے کوئی کشائش ملے گی، میں اس کے ساتھ مروت کروں گا۔ چند دن گزرے تھے کہ مجھے بصرہ کے لوگوں نے اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ میں وہ لے کر حجام کے پاس گیا۔ جب وہ تھیلی میں نے اس کے سامنے رکھی تو کہنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا میں نے ارادہ کیا تھا کہ جو کشائش اوّل ہوگی وہ میں تمہیں دوں گا۔ اس نے کہا آپ کو خدا سے شرم نہیں آئی؟ مجھے کہا تھا کہ خدا کے لیے میری حجامت بنا دے، اب یہ کیا لے کر آ گئے ہیں؟ بھلا آپ نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص کام تو خدا کے لیے کرے اور پھر اس کا معاوضہ طلب کرے؟ (ملخص۔ مخزنِ اخلاق)

یہ ایک حجام تھا۔ مادیت پرستوں اور لمبی یا چھوٹی گاڑی دیکھ کر کسی کے بڑا یا چھوٹا ہونے کا فیصلہ کرنے والے کم ظرفوں کے نزدیک شاید اس کی کوئی وقعت نہ ہو لیکن سرتاجِ اولیاء حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ حجام اتنا بڑا انسان تھا کہ میں نے اخلاص کی تعلیم اسی سے پائی تھی۔

ایک موچی اور خودداری کی تعلیم

اس تناظر میں مجھے اپنا ایک ذاتی واقعہ بھی ہمیشہ یاد رہتا ہے۔کوئی بیس پچیس سال پرانی بات ہے۔ میں جوتے درست کروانے کے لیے ایک موچی کے پاس گیا۔ وہ سلانوالی کے مین بازار میں ایک دوکان کے آگے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے جوتوں کا شاپر اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ جوتے ٹھیک کرنے لگ گیا اور بڑی اچھی اچھی باتیں کرنے لگا۔اس نے مجھے بہت عمدہ اشعار بھی سنائے۔اس نے یہ شعر بھی پڑھا تھا ؎

اہل کرم بضد ہیں کہ کوئی التجا کریں اور التجا گدائی ہے مشکل یہی تو ہے

کافی سارے جوتے تھے جب وہ درست کر چکا تو میں نے پوچھا بابا جی کتنے پیسے ہوگئے؟ کہنے لگے سترہ روپے ہوئے ہیں، پروفیسر صاحب سترہ روپے۔ میں نے دس دس کے دو نوٹ انہیں دیے اور ارادہ کیا کہ ان سے بقایا نہ لوں گا کہ ان کے ساتھ کچھ بھلا ہو جائے۔ جب وہ مجھے بقایا دینے لگے تو میں نے کہا رہنے دیں بابا جی رہنے دیں۔انہوں نے غصے سے میری طرف دیکھا اور کہنے لگے واہ! پروفیسر صاحب واہ! پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا اور بقایا میری ہتھیلی پر رکھ دیا

؎ میں اور التجائے کرم آپ سے کروں
یہ بھیک اس کو دیجیے جس کا خدا نہ ہو

ایمان سے کہنا! کیا یہ جوتے گانٹھنے والا بابا چھوٹا انسان تھا؟ یا یہ خودداری کا استاذ الاساتذہ تھا؟

ایک بوڑھا پھٹے کپڑوں والا چوکیدار

ایسا ہی ایک بڑا آدمی وہ چوکیدار بوڑھا بھی تھا جو سردیوں کی یخ بستہ رات میں پھٹے کپڑے پہنے اور ایک معمولی سی چادر لیے ایک گیٹ کیپر کی ڈیوٹی کر رہا تھا جس کے متعلق ماہنامہ حکایت کے مدیر عنایت اللہ کے گُرو کہتے ہیں کہ میرا پہلا استاد تھا۔اس داستانِ حقیقت کا خلاصہ یہ

ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم دوستوں نے کسی ہوٹل میں کھانا کھانے کا پروگرام بنایا اور ایک میٹنگ پوائنٹ طے کیا۔ میں پہلے وہاں پہنچ گیا۔ شام ہو رہی تھی۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ وہاں مجھے ایک بابا نظر آیا جو پھٹے پرانے کپڑے پہلے اور ایک باریک سا کھیس اوپر کیے ہوئے تھا۔ اس نے رات کو اس گیٹ پر ڈیوٹی کرنا تھی۔ میں اس کے ساتھ کھڑا ہو کر باتیں کرنے لگا۔ اس کی غربت کا حال سن کر مجھے بہت ترس آیا۔ وہ سردی سے بچنے کے لیے کوئی موٹا کپڑا تو کیا خریدتا اس کے گھر میں تو چائے بھی دوائی کے طور پر بنتی تھی۔ نماز کا وقت ہوا تو اس نے ٹھنڈی گھاس پر نماز پڑھی۔ میں نے سوچا میں اس کی کچھ خدمت کروں۔ کھانے پر تو اتنے پیسے لگاؤں گا کچھ اسے بھی دے دوں۔ میں نے کچھ پیسے اس بابا جی کی ہتھیلی پر رکھ دیے تو وہ اس طرح بدکا جیسے میں نے اس کی ہتھیلی پر بچھو رکھ دیا ہو۔ کہنے لگا بیٹا تجھے مسلمان بھائی سمجھ کر اپنے دل کی بات کہہ دی تھی تم نے مجھے گداگر ہی سمجھ لیا۔ بھیک ہی مانگنی ہوتی تو رات بھر چوکیداری کیوں کرتا؟ میں نے تجھے کہا تو تھا کہ صبر اور اللہ کے شکر میں جو تپش ہے وہ مجھے سردی سے بچائے رکھتی ہے۔ بیٹا! اگر میں تیرے آگے ہاتھ پھیلاتا ہوں تو میرا ربّ کیا کہے گا کہ سجدے تو مجھے کرتا ہے اور ہاتھ کسی اور کے آگے پھیلاتا ہے۔ پھر عنایت اللہ کے گروہ کہتے ہیں: میرا پہلا استاد یہ اَن پڑھ اور یخ ٹھنڈ میں کانپتا چوکیدار تھا۔ اس روز میرا احساس بیدار ہوا اور فطرت کے در کھلتے گئے۔ (عنایت اللہ، اس نے کہا۔ حکایت)

ایک ریڑھی والا

ایک شخص ریڑھی لگاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے حج پر جانے کے اسباب پیدا فرما دیے۔ وہ حج پر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے کہا کہ تو تو غریب آدمی ہے، ریڑھی لگاتا ہے، حج پر کیسے جائے گا؟ تو وہ کہنے لگا کہ ریڑھی میں لگاتا ہوں میرا رب نہیں لگاتا۔ کتنا یقین تھا اسے اللہ کا بندہ ہونے پر اور اپنے رب کے بھرے خزانوں پر۔

ایک بچہ اور تعلیم عشق رسول ﷺ

تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی۔ لاہور میں دفعہ 144 نافذ تھی۔ صبح کا وقت تھا اور بچے سکول جا رہے تھے۔ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ایک جلوس نکلا۔ تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

کے نعرے بلند ہوئے۔ ایک بچہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ جو کچھ پڑھتے رہے ہیں آج اس پر عمل کرنے کا وقت آگیا ہے۔ اس نے بستہ ایک طرف رکھا اور جلوس میں شامل ہو کر تاجدار ختم نبوت کے نعرے بلند کرنے لگا۔ انتظامیہ نے جلوس منتشر کرنے کے لیے فائرنگ شروع کر دی۔ ایک گولی اس بچے کے گھٹنے پر لگی اور وہ گر پڑا۔ ایک پولیس والے نے آکر اسے اٹھایا۔ اس نے پولیس والے سے کہا کہ عشق مصطفیٰ ﷺ تو میرے سینے میں ہے تم نے گولی میرے گھٹنے پر کیوں ماری ہے؟ اللہ اکبر! یہ بچہ تھا۔ اس کے ابھی شرارتیں کرنے اور کھیلنے کودنے کے دن تھے۔ بچوں کی باتیں سنجیدگی سے نہیں لی جاتیں لیکن یہ بچہ ہو کر بڑوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ کے اسرار و رموز سمجھا گیا۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا انسان تھا یہ! (نامعلوم یہ بچہ بڑا ہو کر اب کس حال میں ہے؟ ادارہ)

مامون الرشید کے دربار کا بابا

مامون الرشید کا دربار سجا ہوا تھا۔ خلق قرآن پر مناظرہ جاری تھا۔ بڑے بڑے علماء اپنے دلائل دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی بوڑھا اٹھ کے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک بات کر لوں؟ لوگوں نے تعجب اور حقارت بھری نظروں سے اسے دیکھا کہ یہ خواہ مخواہ علماء کی باتوں میں دخل انداز ہو کر وقت ضائع کر رہا ہے۔ مامون نے کہا ہاں! بات کر لو۔ کہنے لگا معزز علماءِ کرام! خلق قرآن کے مسئلہ میں قرآن مجید کا حکم کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر قرآن مجید میں کوئی واضح حکم ہوتا تو پھر اس پر ہمارا اختلاف ہی کیوں ہوتا۔ کہنے لگا حضور ﷺ نے اس مسئلہ میں کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر اس مسئلہ میں حدیث مبارکہ میں کوئی واضح حکم ہوتا تو ہمارا اختلاف ہی نہ ہوتا۔ اس نے کہا اچھا صحابہ کرامؓ و تابعین عظام کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ انہوں نے بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ کہنے لگا تم سب کچھ چھوڑ کے اسی مسئلہ کو لیے بیٹھے ہو جیسے دین کی بنیاد میں مسئلہ ہے۔ اگر یہ مسئلہ دین میں اتنا ضروری ہوتا تو کیا قرآن مجید میں اسے بیان نہ کر دیا جاتا؟ حضور ﷺ اسے خود بیان نہ فرما دیتے؟ اور صحابہ کرامؓ و تابعین عظام اس کی وضاحت نہ فرما چکے ہوتے؟ جس مسئلے کو قرآن و سنت میں اہمیت نہیں دی گئی تم اسے دین کا مدار کیوں بنائے بیٹھے ہو؟

یہ بات کہی تو ایک دیہاتی بوڑھے نے تھی۔ علماء کے سامنے جس کی کوئی حیثیت نہیں

تھی! لیکن کتنی اچھی بات کہی تھی اور دینی ترجیحات کا کیا اعلیٰ ضابطہ پیش کیا تھا۔ دیہاتی اور سادہ لباس میں ملبوس یہ بابا چھوٹا انسان نہیں تھا۔ بہت بڑا انسان تھا بہت ہی بڑا۔

گدھا گاڑی والے کا ذوقِ شعر

میں نے پنڈ دادنخان میں ایک گدھا گاڑی کے پھٹے پر ایک شعر لکھا ہوا پڑھا۔ بہت عمدہ شعر تھا لیکن مجھے یاد نہ رہا۔ میں نے ایک طالب علم کو اس سمت بھیجا جدھر وہ گدھا گاڑی جا رہی تھی کہ وہ شعر لکھ کر لائے وہ شعر یہ تھا ؎

بے لوث دوستی کے زمانے گزر گئے
اب تو خلوص بھی ہے فقط مصلحت کا نام

ایک بس پر یہ اشعار بھی لکھے تھے ؎

کسی کو ہم نہ ملے اور ہم کو تو نہ ملا
یہاں کسی کو بھی کچھ حسب آرزو نہ ملا

بہار پر فزا آئے تو پھر مجھ کو صدا دینا
ابھی تم طفل مکتب ہو سنبھالو اپنے جوبن کو

ان سطحی سی گذارشات کا مطلب صرف یہ ہے کہ جب انسان کی سوچ مثبت ہو اور وہ مادیات سے اوپر اٹھ کر ہر شخص کو احترام کی نظر سے دیکھے تو اسے ہر جگہ سے فیض ملے گا ؎

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار رہ میں ہے

اور دانش مندی کی علامت یہ ہے کہ انسانی توجہ مقصدیت پر مرکوز رہے۔ اس کی محنتیں ظاہر داری میں ہی کھپ نہ جائیں

؎ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

؎ غبار آلود ہیں لیکن حقارت سے نہ دیکھ ان کو
کہ ان کی ٹھوکروں سے سلطنت بنتی بگڑتی ہے

؎ نیک باتوں پر عمل کرنا تمہارا کام ہے
یہ نہ دیکھو کہنے والا کون ہے کیا نام ہے

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

حافظ محمد مرسی شہیدؒ

ابوفیصل محمد منظور انور

نواسۂ رسول ﷺ سیّد الشہداء حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تاریخ اسلام کا ایک المناک باب ہے جس کی نظیر تاریخ انسانی میں ملنا مشکل ہے۔ ظالم قوتیں بظاہر جتنی بھی طاقتور نظر آتی ہیں وہ بہت کمزور ہوتی ہیں۔ راہ حق میں اپنی جان و مال نچھاور کرنے والے ہر دور میں رہے ہیں جس شہادت کا آغاز حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کیا فرزندانِ توحید وہ کردار ہر دور میں ادا کرتے رہے ہیں جو آج بھی جاری وساری ہے جبکہ ظالم و جابر اسلام دشمن اور خدا بیزار طاقتیں ہمیشہ ناکام و نامراد ہوتی ہیں اور تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ فراعنہ مصر اور نمرود ایسے طاقتور اور خدائی کے دعویدار حکمرانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی نافرمانی کی سزا میں نیست و نابود کر کے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اس وقت امریکہ اور مغربی دنیا اپنی عسکری برتری کے زعم میں شترِ بے مہار بن کر دنیا کے غریب اور بے وسیلہ لوگوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھا رہے ہیں اور ہر حال میں اپنی برتری قائم کرنا اور رکھنا چاہتے ہیں۔ ان ظالموں کو معلوم ہونا چاہیے کہ قوم عاد و ثمود اپنے وقت کی طاقتور اقوام تھیں جن کی مثل دنیا میں اور قوم پیدا نہیں کی گئی مگر جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فرستادہ پیغمبروں کو چیلنج کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا کر خاک میں ملا دیا۔ کاش آج کا بدبخت فرعونِ وقت امریکہ اور اس کے حلیف مغربی ممالک تاریخ سے سبق حاصل کرتے۔ مگر انھوں نے تو دنیائے اسلام کو محکوم بنا کر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کو مغلوب

کرنے کی ناپاک سازشیں شروع کر رکھی ہیں۔ گزشتہ ایک صدی سے تو اسلام کے نام لیوا مسلمانوں پر ظلم و بربریت کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں مگر ان ظالموں کو ہر جگہ ہزیمت اٹھانا پڑ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ایجنٹ حکمرانوں کے ذریعے سازشیں کر کے دنیا میں نفاذ اسلام کا راستہ روکنے کے لئے کوشاں ہیں۔ مذہب سے عاری خدا بیزار امریکہ سمیت مغربی ممالک کی عوام کی اخلاقیات اور کالے کرتوت دیکھ کر لگتا ہے کہ شاید ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں فرمایا ہے ''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے آپ سے غافل کر دیا اور یہی لوگ ہیں جو فاسق ہیں''۔ یعنی روح سے خالی مخلوق بے ضمیر لوگ جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اب انسان نہیں حیوان ہیں۔ ان کی حرکات سکنات حیوانات سے مشابہ ہیں جس سے انسانیت شرماتی ہے کیونکہ وہ تو چند روزہ اقتدار اور دنیاوی جاہ وحشمت کی خاطر انسانیت کو مٹانے کے درپے ہیں۔

اسلامی احیائی تحریک اخوان المسلمون کے بانی حسن البنا شہید 1906ء میں پیدا ہوئے اور 1920ء میں اپنے زمانہ طالب علمی کے دوران انھوں نے تن تنہا احیائے دین کے لئے آواز بلند کی بعد ازاں چند دوستوں کی رفاقت میسر آنے کے بعد باقاعدہ جدوجہد کا آغاز کر دیا 1928ء میں اخوان المسلمون کی بنیاد رکھی جس کا مقصد اسلامی شریعت کا نفاذ و احیائے دین اسلام تھا۔ اخوان نے اپنے قیام سے ہی نفاذِ شریعت اسلامیہ کے لئے بیش بہا قربانیاں دیں اور جدوجہد جاری رکھی۔ سیّد قطب شہید نے اپنی کتاب میں لکھا تھا کہ سیکولر اور مذہبی لوگ کسی ایک ملک میں پرامن طریقے سے نہیں رہ سکتے مسلم دنیا کے اس عظیم مذہبی سکالر کو مغربی ایجنٹ جمال عبدالناصر نے شہید کروایا تھا۔ اخوان المسلمون کی اسلامی نظام کے قیام کی تحریک کو تقریباً ایک صدی ہونے کو ہے۔ مگر اس تحریک میں تیزی اس وقت آئی جب 2011ء میں مغرب کے تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں نے اسلام کے غلبے کے لیے سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا۔ مغرب نے اس کو عرب بہار (ARAB SPRING) کا نام دیا۔ تحریک کا آغاز ہوا تو تیونس سے یہ تحریک مصر کے تحریر اسکوائر تک آ پہنچی۔ اس تحریک کے رہنماؤں کا خیال تھا کہ عرب بہار کے نام سے شروع ہونے والی جدوجہد انسانی حقوق اور جمہوریت کے قیام اور بالآخر آمریت کے خاتمے میں ممد و معاون ثابت

ہوگی۔ اگرچہ اخوان المسلمون کے رہنما سمجھتے تھے کہ ان کی جدو جہد انقلاب کی طرف بڑھ رہی ہے مگرانھوں نے اس کے ساتھ ساتھ جمہوریت سے بھی اپنی کامیابی کی امیدیں وابستہ کرلیں۔

حافظ محمد مرسی 20 اگست 1951ء کو قاہرہ کے شمال میں العدوا گاؤں میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد ایک کسان تھے اور ماں خاتون خانہ تھی۔ وہ پانچ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے 1975ء میں قاہرہ یونیورسٹی سے انجینئرنگ میں بی اے کیا اور مصری آرمی میں 1975ء سے 1976ء تک کیمیائی جنگ کے یونٹ میں خدمات انجام دیں۔ 1978ء میں میٹالرجیکل انجینئرنگ میں ایم ایس کیا۔ اس کے بعد ایک سرکاری اسکالرشپ حاصل کرکے امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے چلے گئے۔ 1982ء میں جنوبی کیلی فورنیا یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لے کر کیلیفورنیا اسٹیٹ یونیورسٹی میں 1985ء تک بطور پروفیسر پڑھاتے رہے۔ اس دوران وہ نیشنل ایرونیٹیکل اینڈ سپیس اسٹیشن (NASA) سے بھی منسلک رہے۔ وہ 1985ء میں واپس مصر آگئے اور Zagazig یونیورسٹی میں 2010ء تک پڑھاتے رہے انھوں نے اخوان المسلمون میں شمولیت اختیار کی اور باقاعدہ سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ 2000ء میں وہ پیپلز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ چونکہ اخوان المسلمون پر سیاست میں حصہ لینے پر پابندی عائد تھی اس لئے وہ آزاد رکن کی حیثیت سے منتخب ہوئے اور فریڈم اینڈ جسٹس پارٹی کے نام سے جماعت بنائی۔ جون 2012ء کے الیکشن میں شہید محمد مرسی نے پہلے 51 فیصد ووٹ لئے اور پھر ریفرنڈم میں 65 فیصد ووٹ حاصل کیے مگر ان اسلام پرست رہنماؤں کی کامیابی کا خواب ادھورا رہ گیا۔ کیونکہ مغرب کی دنیائے کفر نے تو آمریت کا ساتھ دیا ہی تھا مگر اسلامی دنیا کی دو آمر حکومتوں سعودی عرب اور یو اے ای نے بھی مصر کے فوجی ڈکٹیٹر کی بھرپور مدد کی اور دس بلین ڈالرز دے کر جمہوری طریقے سے منتخب ہونے والی اسلامی پارٹی کی حکومت کو ختم کروانے میں اپنا گھناؤنا کردار ادا کیا۔

اس سے قبل مغربی دنیا 93-1992ء میں ایک اسلامی ملک الجزائر میں بھی ایسا ہی کھیل کھیل چکی تھی کہ جب اسلام پرستوں نے جمہوریت کے ذریعے واضح اکثریت حاصل کرلی تھی تو فرانسیسی فوج کے ذریعے حملہ کروا کر اسلام پرستوں کا راستہ روک لیا تھا۔ دراصل اسلامی حکومتوں سے خائف مغرب کی کفریہ طاقتوں کا ایجنڈا ہے کہ وہ دنیا کے کسی ملک میں بھی اسلام

پرستوں کی حکومت برداشت نہیں کریں گے اور وہ سازشوں اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعے کسی نہ کسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب نظر آتے ہیں اور اپنے ابلیسی اور انسان دشمن ایجنڈے کی تکمیل کے لیے جمہوریت، انسانی حقوق، UNO چارٹر، انسانی اقدار سب کو بھول کر بربریت اور حیوانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس میں اپنے ممدوح یونان و رومی حکمرانوں کے ظلم و جبر کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ عالم کفر نے اسرائیل کی ناجائز حکومت 1948ء میں دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد قائم کی تھی اور اس میں مشرق وسطیٰ کے کئی عرب بادشاہوں اور شہزادوں کا ہاتھ بھی ہے جنھوں نے خلافت عثمانیہ کے خاتمے میں اپنا گھناؤنا کردار ادا کرکے اپنے خاندان کے لئے اقتدار حاصل کیئے۔ یہ آمر کبھی بھی ان علاقوں میں اسلامی نظام کو برداشت نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ مرسی شہید کی حکومت کے خاتمے کے لئے ان ظالموں نے مغربی دنیا کا ساتھ دیا۔ مصر ایک ایسا ملک ہے جہاں آزادی سے لے کر کبھی بھی جمہوریت نہیں آئی اور ہمیشہ آمریت رہی ہے مگر پہلی بار محمد مرسی جمہوری طور پر مصر کے انتخابی لیڈر بن گئے۔ مغربی جمہوریت کے علمبردار مغربی ممالک اور امریکہ کا دوہرا معیار جو منافقت پر مبنی ہے کہ عام طور پر یہ جمہوریت کا دم بھرتے اور گن گاتے ہیں مگر دنیا کے کئی ممالک میں اپنی من پسند آمریت کو سپورٹ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محمد مرسی کی جمہوری حکومت ان سے برداشت نہیں ہوئی اور محمد مرسی کے اقتدار سنبھالنے کے ایک سال کے اندر اندر فوجی جرنیل عبدالفتاح السیسی کے ذریعے منتخب حکومت کا تختہ الٹ کر آمریت قائم کروا دی یہی نہیں بلکہ بڑے ظالمانہ طریقے سے ان کے خلاف جھوٹے مقدمات قائم کیئے۔ جیل میں ہی ان پر تین الگ الگ مقدمات قائم کرکے پہلے 45 سال قید کی سزا سنائی گئی تھی پھر سزائے موت سنائی گئی بعد میں ان کو چھ سال کی قید تنہائی میں رکھا گیا صرف چار دفعہ گھر والوں سے ملاقات کروائی گئی۔ محمد مرسی 30 جون 2012ء سے 3 جولائی 2013ء تک مصر کے صدر رہے۔ ایک اطلاع کے مطابق اس وقت ایک ہزار کے لگ بھگ اخوانی جیلوں میں بند ہیں جن پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں اور ان پر خونخوار کتے چھوڑنے کی اطلاعات بھی ہیں۔ 17 جون 2019ء کو محمد مرسی عدالت میں پیشی کے موقع پر زندگی کی قید سے آزاد ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مڈل ایسٹ آئی (MMI) ایک جریدے میں David Hearst نے اپنے آرٹیکل میں انکشاف کیا

ہے گزشتہ کچھ عرصے سے جرنیل عبدالفتاح السیسی کی حکومت نے محمد مرسی شہید اور اس کے ساتھیوں کو دباؤ میں رکھا ہوا تھا اور ملاقاتیں کر کے مطالبہ کر رہے تھے کہ محمد مرسی اور اس کے ساتھی اخوان المسلمون کے رہنما نفاذ اسلام کی کوششوں کو ترک کر کے تحریک احیائے اسلام سے کنارہ کشی کر لیں تو تمام مقدمات ختم کر کے انھیں ساتھیوں سمیت رہا کرنے کے ساتھ ان کی مشکلات ختم کی جاسکتی ہیں مگر حکومت کے تمام حربے ناکام رہے اور مرد مجاہد حافظ محمد مرسی شہید اور اس کے ساتھیوں کے عزائم میں اپنے پیشرو اخوان المسلمون کے عظیم شہدا کی طرح کوئی تبدیلی نہ آسکی۔ اس طرح السیسی حکومت نے ان کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا اور بالآخر انھیں شہید کر دیا۔ فوجیوں کے پہرے میں فجر کی نماز کے بعد قاہرہ کی بدنام زمانہ جیل طرہ کی مسجد میں شہید مرد مجاہد محمد مرسی کا جنازہ ادا ہوا۔ لیکن شرکا کون اور کتنے تھے؟ صرف بیوہ، بیٹے، بیٹیاں، دو بھائی اور محمد مرسی کا وکیل عبد المنعم۔ صحافیوں سمیت کسی کو جنازے میں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی۔ مرسی کے گرفتار صاحبزادے اسامہ مرسی کو جنازے و تدفین میں شرکت کی اجازت دی گئی۔ بعدازاں مشرقی قاہرہ کے قبرستان میں سخت ترین سیکورٹی میں جسد خاکی کی تدفین عمل میں آئی، جہاں اخوان المسلمون کے تین سابقہ مرشد مدفون ہیں۔ محمد مرسی کو سابق مرشد مہدی عاکف کے پہلو میں دفنایا گیا، مہدی عاکف کا جنازہ بھی 2017ء میں اسی جیل سے اٹھایا گیا تھا۔ اخوان المسلمون کے بانی شہید حسن البنا کا جنازہ بھی صرف گھر کی خواتین نے اٹھایا تھا۔ والد کے علاوہ کسی کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ جبکہ نماز جنازہ ان کے والد نے اکیلے پڑھی تھی۔ اخوان المسلمین کے مہدی عاکف کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ شہادت کے طلبگاروں کے مطابق کہ حق بات کہنے کی یہ قیمت کچھ بھی نہیں کیونکہ حق والے امر ہو جاتے ہیں۔ حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے ہے۔ لیکن ایسی موت صرف پروردگار کے منتخب اور محبوب بندوں کے حصے میں ہی آتی ہے۔ کبھی نہ جھکنے والا ایک مرد مجاہد ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا۔ ایسے ہی افراد کیلئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں اور تمھیں ان کا شعور نہیں ہے“۔ تاریخ کے سینے میں رہتی دنیا تک زندہ جاوید رہنے والے یہی لوگ ہیں۔ آج بھی سرزمین مصر پر وقت کا فرعون قابض ہے جلد یا بدیر اس کو بھی اس

جہان فانی سے رخصت ہونا ہے اور بارگاہ الٰہی میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ اقتدار اور دولت کے انبار انسان کو بڑا نہیں بنا سکتے صرف حق ہی انسان کو بڑا بناتا ہے۔

محمد مرسی کا سب سے بڑا 'جرم' یہ تھا کہ وہ اسلام کا سپاہی تھا اور عالمی سطح پر فلسطینیوں سمیت دنیا بھر کے مظلومین کی حمایت اور اسلام دشمنوں کی ظلم و بربریت کے خلاف حق و سچ کی آواز بلند کرتا تھا اور یہ 'جرم' اسلام دشمن طاقتوں کو کسی صورت قبول نہ تھا۔ ان کے خاندان والوں میں ان کی اہلیہ نجلا محمد اور بچوں میں شیما مرسی، سام مرسی، عبداللہ مرسی، احمد مرسی، عمر مرسی کے نام شامل ہیں۔ محمد مرسی کی شہادت کی اچانک خبر پر دنیا بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ ترکی میں، دوہا قطر میں، مصری الاسلامی مسجد میں اور دیگر مسلم ممالک میں بھی محمد مرسی کی غائبانہ جنازہ ادا کی گئی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی جبکہ ملائیشیا اور قطر کے رہنماؤں نے شہید کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ امیر شیخ تمیم بن حماد الثانی نے اپنے پیغام میں محمد مرسی کے خاندان اور مصری عوام کو اپنی طرف سے تعزیت پیش کی۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل، ٹیونس النناڈا پارٹی اردن کی اخوان المسلمون پارٹی، ترکی کے صدر طیب اردگان اقوام متحدہ کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کی ترجمان سارہ لی واٹسن، مصر کی اخوان المسلمون جماعت اسلامی پاکستان سمیت دنیا بھر کی عالمی اسلامی و دیگر تنظیموں نے غیر جانبدارانہ تحقیق کروانے اور ذمہ داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لاکر قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ شہید حافظ محمد مرسی کی شہادت نے عالم اسلام میں احیائے اسلام کے لئے سرگرم تحریکوں کے رہنماؤں کو عالمی سطح پر اپنی حکمت عملی کو از سر نو مرتب کر کے اپنی صفیں درست کرنے کا موقع فراہم کیا ہے تاکہ وہ کفریہ طاقتوں کی سازشوں کو ناکام بنا کر اپنے اہداف حاصل کر سکیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

14 اگست 2019ء

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کی سعی و جہد سے معرضِ وجود میں آنے والے ملک پاکستان کا

73واں یومِ آزادی مبارک

نومبر 2018ء کے حکمت بالغہ سے باب نمبر 8

یومِ آزادی کی مناسبت سے گذشتہ سال 2018ء کی خصوصی اشاعت سے پاکستان سے متعلق ایک باب شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ یہ تحریر پاکستان کے تابناک مستقبل کے بارے میں مسلمانانِ پاکستان کے ذہنوں میں جو سہانے خواب ہیں ان کو تازگی بخشے گی اور قارئین حکمت بالغہ کے حوصلوں اور اُمنگوں کو روشنی عطا کرے گی۔ اس کو آپ ROMANTICISM کہیں یا 'نرگسیت' کہیں، مسلمانوں کے ارمانوں کو تازہ رکھنے کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ بقول فیض مرحوم

یہ فصل امیدوں کی ہمدم — اس بار بھی غارت جائے گی
سب محنت، صبحوں شاموں کی — اب کے بھی اکارت جائے گی

پھر اگلی رُت کی فکر کرو — جب پھر اک بار اُجڑنا ہے
اِک فصل پکی تو بھر پایا — جب تک تو یہی کچھ کرنا ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں عالمی اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔

(ادارہ)

اجتماعی ضمیرِ انسانی کا خواب
عالمی فلاحی ریاست کا قیام

انجینئر مختار فاروقی

(ا) کیا موجودہ عالمی صہیونی دجالی نظام ایک فلاحی انسانی ریاست کے تقاضے پورے کرتا ہے؟

- انسان کی خواہشات کی تکمیل، منصوبوں اور خوابوں کی تعبیر مل جانا، آسودگی (SATISFACTION) اور باہمی اچھے انسانی رویوں کا فروغ انسان کے اپنے نظریات یا اپنے تصورِ انسان پر منحصر ہے۔ ایک تصورِ انسان (WHAT IS A MAN?) جدید مغربی ڈارونزم کا ہے۔ دوسرا حقیقت انسان کا تصور پیغمبروں نے دیا ہے اور DIVINE ہے، جس کے مطابق انسان کے اندر حیوانی تقاضے بھی ہیں جبکہ اس پر مستزاد ایک DIVINE SPARK بھی انسانی فطرت میں ہے، جس سے انسان کے نظریات میں خداشناسی، وحی شناسی، اعلیٰ انسانی اقدار (MANNERS & VIRTUES) کے تصورات ہیں اور یہی خداشناسی کا جذبہ (DIVINE SPARK) مغربی تصورِ انسان اور اسلام کے تصورِ انسان کے بنیادی فرق کو ظاہر کرتا ہے۔
- اس تصورِ انسان پر مغربی اور اسلامی جذبات تشکیل پاتے ہیں۔ نتیجتاً تفصیلی احکام، انفرادی اور قومی اُمنگوں، حوصلوں، جذبوں، نصب العینوں اور کامیابی و ناکامی کے تصورات کا وسیع فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

◐ یہ سوال کہ کیا موجودہ عالمی صہیونی دجّالی نظام ایک فلاحی انسانی ریاست کے تقاضے پورے کرتا ہے؟ شاید ڈارون اور فرائڈ کے تصور کے مطابق زندگی گزارنے والے امریکی، یورپی اور جدید دنیا کے بندر سے ترقی پا کر ایک جنسی درندہ کی NATURE کے انسان اس نظام میں خوش ہوں کچھ کہہ نہیں سکتے! لیکن خدا شناسی، وحی شناسی اور روح (ضمیر) کے تصورات رکھنے والا مسلمان اس نظام میں جو تنگی اور گھٹن محسوس کر رہا ہے، وہ بیان سے باہر ہے۔ مشرق کے مذہبی انسانوں میں بھی بے چینی ہے۔ اسلام کے ماننے والوں میں بھی بے حد اضطراب، بے سکونی اور DEPRESSION ہے جبکہ مغرب میں بھی اَقل قلیل (A VERY MINUTE MINORITY) جو باضمیر ہے اور کلمہ حق کہتی ہے (جس کی آواز نہ تیسری دنیا کا میڈیا پھیلاتا ہے اور نہ مغربی میڈیا) وہ بھی حالیہ مغربی اقدار، رہن سہن، طرزِ بود و باش، لباس، مشغلے، کھیل، خوراک، تعلیم، نصب العین اور باہمی ہمدردی کے غیر انسانی رویوں پر ناخوش اور حد درجہ پریشان ہے۔ لہٰذا ـــــ تفصیلات میں جائے بغیر یہ بات ہر باضمیر انسان کی آواز ہے کہ موجودہ نظام نے انسان کو اصل مقام سے کہیں نیچے گرا دیا ہے اور اس باطل، انسان دشمن اور اخلاق دشمن نظام کا خاتمہ اَز حد ضروری ہے۔

◐ مغربی نظام کے چلانے والے کون ہیں؟ یہ بات گزشتہ ابواب میں واضح ہو چکی ہے۔ بنی اسرائیل کا بگڑا ہوا طبقہ، عالمی تجارت کا اجارہ دار طبقہ، GOG MAGOG، ملٹی نیشنلز کا مشترکہ نام، حالیہ دجّالی نظام اور آج کی مغربی تہذیب ہے۔ اس نظام کو چلانے والے اس پر بڑے خوش ہیں کہ وہ عالمی وسائل پر بلا شرکت غیرے قابض اور عالمی بساط پر بکھرے مختلف ممالک کے حکمرانوں اور عوام کو اپنی مرضی سے مہروں کی طرح استعمال کرتے ہیں، آج کی سیاست مغربی آقاؤں کے سامنے شطرنج کے کھیل سے زیادہ نہیں۔ تیسری دنیا کے حکمران مہرے ہیں وہ بھی شاطر کی چالوں سے ناواقف ہیں۔ علامہ اقبال ایک صدی قبل یہ کہہ گئے ہیں کہ جدید سیاست کیا ہے؟

ع فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

اور سیاست کا کھیل

اس کھیل میں تعینِ مراتب ہے ضروری
شاطر کی عنایت سے تو فرزیں، میں پیادہ
بے چارہ پیادہ تو ہے ایک مہرۂ ناچیز
فرزیں سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا اِرادہ

اب پاکستان جیسے ملکوں کے صدور، وزرائے اعظم، اپوزیشن لیڈران، جیتے ہوئے اور ہارے ہوئے سیاستدانوں، بادشاہوں، شہزادوں، ملٹی نیشنلز کے ارب پتی لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ عالمی صہیونی قابض گروپ کے ہاتھوں کیسے بے دردی سے استعمال ہو رہے ہیں۔

(ب) END OF HISTORY کا اطلاق عالمی فلاحی ریاست کے قیام پر ہونا چاہیے

- کوئی 20 سال پہلے امریکہ میں کتاب چھپی تھی THE LAST MAN AND END OF HISTORY۔ جس مصنف FUKU YAMAHA نے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ حالیہ مغربی نظام ہی انسانی ترقی و ارتقاء کا نقطۂ عروج ہے۔ یہ سیکولر لبرل اور خدا بیزار نظام ہی انسانیت کے لیے نقطۂ عروج (CLIMAX) ہے، اس کے بعد مزید بہتری ناممکن ہے۔ کیا یہ بات اجتماعی ضمیر کے لیے قابل قبول ہے؟ یہ دنیا خود بخود وجود میں نہیں آئی، خالقِ کائنات نے مغربی اور صہیونی درندوں کی بے لگام لوٹ کھسوٹ کے لیے کائناتی نظام تخلیق نہیں کیا۔ لہٰذا ___ END OF HISTORY کا یہ تصور 20 سال میں عوام کے بھی سامنے ہے اور اس ظالمانہ اور بہیمانہ نظام کے برے پہلو اب آنکھوں سے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ برما سے لے کر لیبیا تک اور یمن سے لے کر چیچنیا تک ایک قیامت صغریٰ بپا ہے۔ کیا یہی نقشہ اس دنیا کا انجامِ مقدر ہوسکتا ہے؟

- حقیقتاً یہ دنیا ایک علیم و خبیر ہستی کی بامقصد تخلیق ہے۔ اس نے اس میں انسانوں کے لیے آسمانی ہدایت کا اہتمام کیا، پیغمبروں کو بھیجا، بنی اسرائیل کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو کس نے بھیجا؟ تورات کس نے اتاری؟ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کون تھے؟ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کس کے بھیجے ہوئے تھے؟ انجیل کس نے اتاری؟ اصلی تورات اور زبور اور انجیل کہاں گئیں؟ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا نظام کہاں ہے؟ اسی سلسلے کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ تھے، قرآن آخری کتاب ہے۔ اس رُوئے ارضی پر انسان کا مستقبل (END OF HISTORY) حضرت محمد ﷺ اور قرآن سے وابستہ ہے۔

(ج) رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً ...... کا منطقی نتیجہ اسلامی عالمی ریاست کا قیام ہے

- قرآن مجید میں سورۂ بقرہ میں جہاں حج کی تفاصیل بیان ہوئی ہیں وہاں پہلے ایامِ جاہلیت کے ایک تصور کی نفی کر کے اسلام کی برکات کو دنیا میں حسنہ اور آخرت میں بھی حسنہ کہہ کر دنیا میں عالمی خلافت آدم کی نوید سنائی گئی ہے۔

یہ سورۂ بقرہ نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لانے سے جو MINI STATE یعنی ریاست مدینہ کی داغ بیل پڑی اور اس کے بعد اس ریاست کے بڑھنے پھیلنے اور پھولنے کے مراحل شروع ہوئے۔ وقت کے فرعون اور ابولہب سے ٹکراؤ کا مرحلہ بھی تاریخ انبیاء ورُسل علیہم السلام کا روشن باب ہے۔ جنگ بدر (رمضان 2ھ، مارچ 624ء) سے پہلے نازل ہوئی اور اس سورۃ میں آنے والے مراحل جہاد وقتال کا ذکر ہے۔ مزید برآں مکی زندگی میں انقلابِ نبوی ﷺ کے لیے جاری کوششوں (توحید کی تبلیغ واشاعت، نظریہ، تنظیم سازی اور انقلابی تربیت یعنی PASSIVE RESISTANCE کے بعد اب معاملہ اِقدام اور ACTIVE RESISTANCE کے مراحل میں داخل ہو رہا تھا) کا ذکر بیسویں رکوع میں آیا ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ O وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ O وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ O الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ O (02:153-156)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور اموال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''۔

- مکی زندگی کے انہیں مراحل کو علامہ اقبال نے خوب واضح کیا ہے کہ ریاست مدینہ کے ذریعے آنے والے انقلاب کا نظریہ ـــــ توحید ہے یعنی توحیدِ اعتقادی سے بڑھ کر توحید عملی پھر ایک انقلابی جماعت اور پھر انقلابی تربیت۔

یہی ابتدائی مراحلِ انقلاب علامہ اقبال کے فکر کا حصہ تھے اور قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے قیامِ پاکستان کی تحریک کے دوران کہے اور وہی پاکستان کا کبھی قومی MOTTO تھے اور شاید (کتابوں میں اب بھی ہیں) قائداعظم کے الفاظ ایمان (FAITH)، تنظیم (UNITY) اور تربیت (DISCIPLINE)۔ عین یہی الفاظ ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی کتاب ''منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں بیان کیے ہیں۔

- اسی سلسلہ کلام میں کائنات پر غور وفکر، حلال وحرام کا بیان، نیکی کا قرآنی تصور، وراثت کے مسائل، جہاد کی مشکلات کی مشق کے لیے روزے کی مستقل سالانہ عبادت، حج اور محترم مہینوں کا تذکرہ، مکہ ــ توحید کا مرکز ــ اسلام کا مرکز ومحور حج عالمی اسلامی اجتماع اور اس موقع پر یہ آیت وارد ہے۔

کچھ لوگ زمانہ جاہلیت میں اور آج بھی صرف دنیا کی فلاح مانگتے ہیں اور یوں دنیا کے وسائل پر قابض ہو جاتے ہیں اس تصور کی نفی ہے کہ آخرت میں ان لوگوں کو کوئی اور حصہ نہیں ہے

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

(200:02)

''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (اللہ سے) التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو (جو دینا ہے) دنیا ہی میں عنایت کر۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں''۔

اس کے برعکس حضرت محمد ﷺ نے جن باتوں کی تعلیم دی ہے وہ کیا ہیں؟

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (201:02)

''اور بعضے ایسے ہیں کہ دُعا کرتے ہیں کہ پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخش اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ''۔

اسی آیت میں اہل ایمان اور حضرت محمد ﷺ کے پیروکاروں کے لیے اُخروی کامیابی اور فلاح کے ساتھ ''دنیاوی حسنہ'' کا تذکرہ ہے اور یہی ریاست مدینہ کی بنیاد ہے۔

- اس ریاست مدینہ نے جنگ بدر، اُحد اور خندق میں اس وقت کے وسائل رزق پر قابض فرعونوں و ابولہبوں سے جنگ کے بعد فتح مکہ کے موقع ایک حقیقی ریاست کی شکل اختیار کی پھر دو سال بعد خطبہ حجۃ الوداع میں اس حقیقی آسمانی بادشاہت کے چارٹر کا اعلان سامنے آیا، جس میں انسان کی اُخروی کامیابی کے ضامن وہ دنیاوی اصول بیان کر دیے گئے جو مسلمان اجتماعی زندگی میں اپنا کر ہی 'حسنہ' کے مستحق ہوں گے، جس میں عوام مطمئن، کفالت عامہ کا تصور اور درویش بادشاہت (اور درویش حکمرانوں) کے ساتھ یہ ریاست قائم ہوئی۔

ایسی ریاست ہی انسانیت کی ضرورت اور اجتماعی ضمیر انسانی کی پکار ہے۔

(د) جنوبی ایشیا میں علامہ اقبال کے انقلابی فکر سے بیدار ہونے والی قوم نے صرف 3.2 بلین سیکنڈ (سو سال) میں تین مغربی عالمی صہیونی استعماری سپر طاقتوں کو زوال سے دوچار کر دیا

- جنوبی ایشیا میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے عالمی تجارتی مافیا نے دھوکے، معاہدات کی خلاف ورزی اور سازشوں سے مغلیہ سلطنت کو زوال سے دوچار کر دیا۔ 1857ء میں جنگ آزادی کی کوششوں کو بھی ناکام بنا دیا اور برعظیم براہِ راست تاجِ برطانیہ کی حکومت کے حوالے

کردیا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں برطانوی حکومت (UK) اتنی وسیع تھی کہ اس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، کہیں نہ کہیں دن رہتا تھا۔ اسی لئے برطانیہ میں وزارتِ خارجہ (FOREIGN OFFI CE) 24 گھنٹے کام کرتا تھا۔

- جنوبی ایشیا کے مسلمان اسی منحوس مغربی استعمار کے شکنجے میں نسلوں سے غلام ابن غلام کی زندگی گذار رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ علامہ اقبال جیسا نابغہ انسان اس محکوم قوم میں پیدا کردیا جس نے اپنی بے مثال بصیرت اور ولولہ انگیز شاعری سے سوئی ہوئی مسلم قوم کو جگایا اور مغربی استعمار کے مدمقابل کھڑا کردیا۔ بقول علامہ اقبال 'ممولے کو شہباز سے لڑا دیا'

- یہ بات برطانوی فارن آفس بھی تسلیم کرتا ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری نے مسلمانوں کو وہ لازوال جذبہ دیا جو ان کی آزادی کا باعث بن گیا۔

- غیر منظّم مسلمان قوم کو 'سوئے قطاری کشم ناقہ' بے زمام را' کا مصداق بنانے کے لیے 1930ء میں خطبہ الہ آباد میں دوقومی نظریہ کا تذکرہ کیا اور پھر 1934ء میں مسلمانوں کی قیادت کے لیے قائداعظم محمد علی جناح جیسا رہنما ڈھونڈ نکالا۔ 1940ء میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی اور مختلف نشیب وفراز سے گذر کر جنوبی ایشیا میں 25% قوم (جس کا ایک بڑا حصہ بوجوہ قیام پاکستان کا مخالف اور کانگریس کے ساتھ تھا) کے ایک حصے کو ساتھ لے کر چلنے والے رہنما نے 14 اگست 1947ء (بمطابق 27 رمضان 1366ھ) کو عالمی نقشے میں ریاست پاکستان کا اضافہ کردیا اور برطانیہ (جس کی قلمرو میں 40 سال پہلے سورج غروب نہیں ہوتا تھا اور جس نے عالمی سطح پر سازشیں کر کے پہلی جنگ عظیم (1914ء سے 1918ء) کے بعد ترکی میں عظیم سلطنت عثمانیہ ختم کر کے کئی آزاد ملکوں میں ایک آزاد ملک بنادیا اور مسلمانوں کے اجتماعی نظام ____ نظام خلافت کی بساط لپیٹ کر اپنے نمائندے اور ایجنٹ کے ذریعے 1924ء میں اسلامی قانون خلافت کا خاتمہ کردیا) کے ظالم اور فرعونی منحوس استعمار کو گھر کا راستہ دکھادیا۔

یہی نہیں 1990ء میں USSR کو تحلیل کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا اور 2001ء کے 9/11 کے واقعہ کے بعد افغانستان پر چڑھ دوڑنے والے امریکی استعمار کو ایک عشرے میں ناکامی سے دوچار کردیا اور وہ اس ملک کے مخدوش حالات سے 2018ء تک نہیں نکل سکا۔ قدرت

نے اس بدقسمت عالمی طاقت کو نہتے مسلمانوں (جنوبی ایشیا کے مسلمان، افغانستان اسی مغربی ایشیا کا حصہ تھا اور ہے۔ مغلوں کی حکمرانی برما سے لے کر افغانستان تک تھی) سے عبرتناک شکست دلوائی۔ یہ کارنامہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی نمائندہ تحریک شہیدین(1)، دارالعلوم دیوبند اور پاکستان کے عوام کے مذہبی جذبات کا عکاس ثابت ہوا۔

- کہا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبال کے بصیرت افروز کلام اور قائداعظم کی بے مثال قیادت کے سبب جنوبی ایشیا کے اجتماعی ضمیر نے صرف 3.2 ارب سیکنڈ (سو سال) میں تین مغربی عالمی صہیونی استعماری سپر طاقتوں کو نہ صرف زوال سے دوچار کر دیا بلکہ دو طاقتیں UK اور USSR کا تو اب نام بھی باقی نہیں رہا۔ جبکہ امریکہ بہادر (USA) اپنے تین درجن اتحادی طاقتوں کے ساتھ نہ صرف شکست فاش سے دوچار ہوا بلکہ افغانستان سے باعزت واپسی کا راستہ بھی کئی سالوں سے مخدوش ہے۔ ان شاء اللہ یہ طاقت بھی جلد USA کے نام سے دنیا کے نقشے سے غائب ہو جائے گی۔

(۶) عصرِ حاضر میں اسلامی فلاحی ریاست کے ’رول ماڈلز‘ (ROLE MODELS) کے بعد جدید اسلامی حقیقی قرآنی تعلیمات کا مشترکہ (علامہ اقبال کے افکار کے مطابق) پاکستانی رول ماڈل ___ وقت کی پکار ہے

اجتماعی انسانی ضمیر کے خواب ___ کہ ایک فلاحی ریاست ایسی ہو جس میں:

- رنگ و نسل کی تمیز نہ ہو
- بلا لحاظ مذہب و ملت کفالتِ عامہ کا تصور ہو

---

(1) یاد رہے کہ تحریک شہیدین 1831ء کابل سے پشاور تک اور آج کے KPK اور کشمیر تک لڑی گئی تھی۔)

- عدل اجتماعی کا اہتمام ہو
- معاشرت، معیشت اور سیاست ___ خلافت کے ماڈل کے عین مطابق درویشی کا رنگ لئے ہوئے ہو۔
- جسد کے علاوہ روحانی سطح پر بھی ضروریاتِ انسانی کی تسکین کا مکمل سامان ہو۔

کی تعبیر کے طور مسلمانوں نے دو رول ماڈل عصرِ حاضر میں عالمی سطح پر پیش کئے ہیں:

(i) سعودی عرب میں آلِ سعود کی حکمرانی اور طرزِ حکمرانی

(ii) طالبانِ افغانستان کی حکمرانی اور طرزِ حکمرانی

سعودی ماڈل ___ اسلامی فلاحی ریاست

1۔ سعودی عرب میں آل سعود اور آل حضرت محمد بن عبدالوہاب کے اشتراک سے بننے والی حکومت کا رول ماڈل 1926ء میں سامنے آیا اور اگلے پچیس سالوں میں اس نے پھیل کر پورے سعودی عرب کو اپنی قلمرو میں لے لیا بلکہ حرمین شریفین بھی اسی کے انتظام میں آ گئے۔

- دنیا اس ماڈل کو دیکھ رہی ہے، اجتماعی انسانی ضمیر بھی اس حکومت کا تجربہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں لوگوں کو اس سلطنت سے حج اور عمرے کے ذریعے یا معاشی سطح پر کاروبار اور ملازمت کے ذریعے متعارف وروشناس کرایا ہے لوگوں نے ذاتی تجربے کیے ہیں۔
- انفرادی سطح پر امن و امان، اشیائے صرف کی فراہمی، حج و عمرہ کے موقع پر 3-4 ملین افراد کا جمع ہونا اور اچھے انتظام کی وجہ سے بالعموم کسی ناخوشگوار واقعے کی خبر نہیں ملتی۔ انفرادی سطح پر اسٹریٹ جرائم بھی بہت کم ہیں۔

2۔ سعودی عرب کی ہمہ خوبیوں اور ترقی کے سفر کے باوجود عصرِ حاضر میں انسانیت بادشاہت کا تصور قبول کر نہیں سکتی۔ بادشاہت اور خاندانی حکومت دورِ جدید میں نمونے کی حکومت (IDEAL) شمار نہیں ہوسکتی۔ خلافت و ملوکیت کے مصنف نے تو کوئی بھی تنقید سے بالاتر نہیں کہہ کر ایک طرف دورِ خلفائے راشدین پر تنقید کر دی، مگر دوسری طرف سعودی حکمرانوں کے ساتھ دوستی نبھائی، شاید ان کے معیارات کے مطابق مثالی نہیں تو قابل رشک ضرور ہوگا۔

آلِ سعود کی حکومت ابھی جاری ہے۔ مستقبل کا مؤرّخ ہی طے کرے گا ان کا دور

حکومت اسلامی معیارات اور اسلامی فلاحی ریاست کے تقاضوں کی نظر سے انسانی ضرورت کے مطابق تھا یا نہیں۔

یہ بات یقینی ہے کہ اب مستقبل میں امام ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات کی عکاس شاید کوئی حکومت قائم نہ ہو سکے۔ اس نقطہ نظر کو اللہ تعالیٰ نے وسائل رزق کی فراوانی عطا فرمائی اور امن وسکون بخشا۔ اس کا نتیجہ اسلام، مسلمان، عوام اور انسانیت کی بہبود اور کفالت عامہ، معاشی عدل اجتماعی، مساوات، اللہ کی حاکمیّت (نہ کہ کسی فردِ واحد یا خاندان کی) کے نقطہ نظر سے کیا نکلا؟ وہ کل کا مؤرخ ضرور لکھے گا۔

3۔ درویشی کی حکومت کا خواب تو اس کی حکومت کے دور میں چکنا چور ہو چکا ہے۔ دوسرے میزانیہ سے نفع ونقصان مستقبل کی بات ہے۔

طالبانِ افغان ماڈل ــــ اسلامی فلاحی ریاست

1۔ اللہ تعالیٰ نے 1996ء سے 2001ء تک افغانستان میں ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد افغان طالبان کو افغانستان میں اپنے دعووں کے مطابق ایک ریاست قائم کرنے کا موقع دیا اور انہوں نے جنوبی ایشیا میں علماء کی جدوجہد آزادی، تحریک جہاد و تحریک شہیدین کے وارثوں اور علماء دیوبند کی دینی وعلمی وراثت کو ایک اسلامی ریاست میں ڈھالا، چند سال کامیابی سے چلایا، بہت سے ممالک نے امریکہ اور پاکستان سمیت اس کو قبول کیا۔ ملا عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسلامی تصورات کو عملی جامہ پہنا دیا، امن وسکون، مساوات، کفالت عامہ، جرائم کا خاتمہ، اسلامی احکام کی عمل داری، سادگی، درویشی کی ایسی مثال قائم کر دی کہ خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی اور بجا طور پر اُمت مسلم نے ملا عمر کو عمر ثالث (عمر بن عبدالعزیز متوفی 101ھ کو عمر ثانی کہا گیا تھا) قرار دیا اور ان کے دور کو بہت حد تک خلافت راشدہ کے نقوشِ قدم پر قرار دیا۔

2۔ اس حکومت کو آل سعود کی حکومت کی طرح اگر اقوام عالم دو چار چھ عشرے چلنے دیتی تو اس حکومت کے حقیقی خدوخال، ملا عمر اور ان کے ساتھیوں کے فکر اور نظریات اسلامی کا عکس سامنے آتا۔ افسوس کہ یہ ننھی سی لینڈ لاکڈ (LAND LOCKED) ریاست بھی عصر حاضر کے صہیونی اور دجالی کارپردازوں کو وسائل رزق پر قبضہ اور عالمی دجالی حکومت کے راستے میں رکاوٹ نظر آئی

اور 9/11 کے واقعے کا جھوٹا اور گمراہ کن بہانہ بنا کر اس اُبھرتی اسلامی حکومت کو ختم کر دیا۔ مقام حسرت ہے کہ یہ غنچہ پھول بنتا تو کیسے کیسے اسلامی معیارات حکومت اور سادگی کے نمونے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کی یاد تازہ کرتے۔

3۔ اس حکومت کے بارے اسلامی عالمی فلاحی ریاست کے نقطہ نظر سے کوئی تبصرہ کرنا مناسب نہیں ع خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود

لیکن یہ حکومت اس مختصر عرصہ میں بھی عالمی اجتماعی ضمیر کے لیے اچھی یادیں صفحۂ ہستی پر نقش کر گئی۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

4۔ ایک بات ضرور اس موقع پر عرض کی جاسکتی ہے۔ افغانستان کی سرزمین خلافت راشدہ کے دور کی طرح قبائلی علاقہ اور قبائلی روایات کی حامل سرزمین ہے اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ طالبانِ افغانستان نے قبائلی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے عصر حاضر میں ایک IDEAL حکومت بنا کر اور کامیابی سے چلا کر دکھادی۔ غربت اور تعلیم کی کمی کے باوجود متمدن مغربی ممالک کے مقابلے جرائم کی شرح ZERO کر کے دکھادی جبکہ امریکہ جیسا ملک بھی جرائم کی تعداد اس کم ترین سطح تک نہیں لاسکا۔

اجتماعی انسانی ضمیر کے خوابوں کی تعبیر ___ ایک جدید تعلیم یافتہ معاشرے کے ساتھ جمہوری فلاحی ریاست کا قیام ابھی اُمت مسلمہ پر قرض اور فرض ہے، جس کا نقشہ اور ہیولیٰ خاتم النّبیین حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں پہلے سے موجود ہے۔ وہ مثالی حکومت دنیا کے خاتمے سے پہلے ضرور منصۂ شہود پر آ کر رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ لَنَا ھٰذَا

ے فَسَعْیًا ثُمَّ سَعْیًا ثُمَّ سَعْیًا
وَ مَا عِنْدِیْ سِوَا ذَاکَ الْمَقَالْ

اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
علامہ اقبال

مسجدوں کی بے حرمتی کرنے والے
مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مجسّمے کی تنصیب

رابعہ عظمت

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے ملت، لاہور، 18 جولائی 2019ء)

موجودہ حکومت سکھ برادری سے روابط بڑھانے میں اس قدر آگے نکل گئی ہے کہ لاہور میں بادشاہی مسجد کو گھوڑوں کا اصطبل بنانے والے مہاراجہ رنجیت سنگھ کا مجسمہ نصب کر کے ان آزادی کے شہداء کے خون سے غداری کی ہے۔ جبکہ وفاقی وزیر فواد چودھری نے سکھ حکمران رنجیت سنگھ کو پنجاب کا ہیرو قرار دے کر قصہ ہی ختم کر ڈالا۔ تاریخ یہ حقیقت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے کہ مہاراجہ کے عہد میں پنجاب کے مسلمانوں کی مذہبی زندگی کو تنگ کر دیا گیا تھا۔ انگریز مؤرخ سر لیپل ہنری گرفن انیسویں صدی میں برٹش حکومت کی جانب سے ہندوستان میں سفیر اور ایڈمنسٹریٹر ہونے کے ساتھ ساتھ رائٹر بھی تھے، انہوں نے 1892ء میں مشہور کتاب ''رنجیت سنگھ'' بڑی تحقیق کے بعد لکھی تھی جس میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قتال و عادات کو بیان کیا۔ انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''رنجیت سنگھ'' میں لکھا ہے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اونچی آواز میں اذان دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ مہاراجہ یا تو بالکل غیر متعصب تھا یا کم از کم لاپروا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کی مسلمان رعایا بلا مزاحمت مراسم مذہبی ادا کرنے کی مجاز ہو لیکن اس کو مجبور ہونا پڑا کہ اونچی آواز سے اذان کی ممانعت کر دے کیونکہ اس سے اکالی برافروختہ ہوتے تھے اس کا نتیجہ یہ تھا پنجاب پر رنجیت سنگھ کی 'باقاعدہ' حکومت قائم ہو جانے کے بعد بھی مسلمانوں کو وہ عام شہری حقوق اور مذہبی آزادی حاصل نہ ہوئی جو ایک باضابطہ اور منظّم حکومت میں رعیت کو حاصل ہوتی

ہے ان کو بعض مذہبی احکام ادا کرنے کی اجازت نہ تھی بہت سی اہم مسجدیں فوج کے استعمال اور لوگوں کے ذاتی قبضے میں تھیں۔

رائے بہادر کنھیا لال اپنی کتاب تاریخ لاہور میں شاہی مسجد کے متعلق لکھتے ہیں:

''بادشاہی مسجد میں اس عہد میں اس مسجد کی آرائش کا سامان فرش، جھاڑ، فانوس وغیرہ لاکھوں روپے کا تھا جب زمانہ نے پلٹا کھایا اور سکھی سلطنت ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وقت کبھی اس میں توپ خانہ کبھی پلٹن اور سواری کی فوج کی چھاؤنی رہا کرتی تھی حجروں میں میگزین بھرا رہتا تھا سکھ لوگ پتھروں کی سلیں اُکھاڑ کر لے گئے۔''

مستی دروازے کے متعلق لکھتے ہیں:

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت ہوئی تو اس مسجد پر سرکاری تسلط ہو گیا اور باروت (بارود) بھر گئی سالہا سال اس میں باروت بنتی رہی یہاں تک کہ باروت خانے والی مسجد مشہور ہو گئی۔

کشمیری بازار میں چوک رنگ محل کے قریب خوبصورتی کا شاہکار سنہری مسجد کے قریب سکھوں نے باولی کا مکان بنایا اور اس میں ''گرنتھ صاحب'' رکھا گیا تو باؤلی کے بھائی سکھ اکالی داس اس مسجد کے در پے ہو گئے تو رنجیت سنگھ نے ان کے کہنے پر مسجد سے خطیب کو نکال دیا۔

اکالیوں نے مسجد پر قبضہ کر لیا۔ تمام مسجد میں گوبر کا لیپ دے کر اس میں گرنتھ رکھ دیا گیا۔ مسجد کی دکانوں کی آمدنی ضبط کر کے باؤلی کو دے دی گئی۔ مقبرہ جہانگیر، مقبرہ نور جہاں اور مقبرہ آصف جاہ ایسی عہد مسلمانی کی خوبصورت اور مقدس عمارت کو رنجیت سنگھ نے جس طرح تاراج کیا اس کی مثالیں بھی تاریخ میں کم کم ہی ملیں گی۔ تاریخ ...... میں لکھا ہے کہ مقبرہ جہانگیر، مقبرہ شاہجہاں اور مقبرہ آصف جاہ یہ تینوں ایسی عمارتیں تھیں جن کا ثانی سوائے تاج محل کے دوسرا ہندوستان تک میں نہ تھا۔ مگر سکھوں کی بے رحمی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دست اندازی سے ان مکانات کو سخت صدمہ پہنچا۔ آصف جاہ کے مقبرے کا سامان چاندی سونے کی قندیلیں، جھاڑ، فانوس اور فرش اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے اس کا پتھر بھی اتارا گیا تو مقبرہ کھنڈر بن گیا۔

سر لیپل ہنری گرفن نے مزید لکھتا ہے کہ

’’مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں پشاور کے صوبیدار سردار محمد خان کے پاس ایک خوبصورت گھوڑی لیلیٰ موجود تھی جو اپنی خوبصورتی کی وجہ سے دور دور تک مشہور تھی۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ تک اس گھوڑی کا چرچا پہنچا تو اس نے یہ گھوڑی حاصل کرنے کا پیغام بھیجا۔ سردار محمد خان کے انکار پر اس نے اپنے جرنیل سردار بدھ سنگھ سندھانوالہ کو گھوڑی چھین کر لانے کے لیے روانہ کیا۔ ایک خونریز معرکہ کے بعد، سردار بدھ سنگھ کو علم ہوا کہ یہ گھوڑی جنگ میں کام آچکی ہے۔ اس نے لاہور پہنچ کر یہ اطلاع رنجیت سنگھ کو پہنچائی تو پتا چلا کہ یہ اطلاع غلط ہے اور لیلیٰ زندہ ہے۔ اب رنجیت سنگھ نے اپنے شہزادے کھڑک سنگھ کی سرکردگی میں ایک اور لشکر پشاور روانہ کیا اور یار محمد خان کو معزول کر دینے کے احکام جاری کیے۔ یار محمد نے یہ صورت دیکھی تو گھوڑی کو لے کر پہاڑوں میں غائب ہوگیا اور اپنے بھائی سردار سلطان محمد خان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اسی دوران سید احمد شہید کا سکھوں اور انگریزوں سے جہاد شروع ہوگیا۔ سکھوں کی فوج کے ایک جرنیل دینوار نے سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کو شکست دینے کے ساتھ ساتھ سلطان محمد اور یار محمد کو بھی شکست دے دی اور ان سے لیلیٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ گھوڑی لاہور پہنچائی گئی اور رنجیت سنگھ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ مہاراجا نے اس کے ملنے کی بڑی خوشی منائی۔ اس کا بیان تھا کہ اس گھوڑی کے حصول میں اس کو ساٹھ لاکھ روپیہ اور بارہ ہزار جانوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ اس حوالے سے لیلیٰ غالباً دنیا کی سب سے قیمتی گھوڑی قرار دی جاسکتی ہے۔ اس گھوڑی کا حنوط شدہ جسم آج بھی لاہور کے شاہی قلعہ کے سکھ دور کے نوادرات کے عجائب گھر میں دیکھا جاسکتا ہے۔‘‘

رہے نہ رُوح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

قرآن فہمی کے 51 ویں کورس میں
شرکاء کے تاثرات

منعقدہ: 17 جون تا 08 جولائی 2019ء

قرآن اکیڈمی جھنگ میں قرآن فہمی کے کل وقتی اور جز وقتی کورس وقفہ وقفہ سے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اب تک بحمد للہ 51 کورس منعقد ہو چکے ہیں، جن سے تقریباً 700 افراد نے استفادہ کیا ہے۔ حال ہی میں جو کورس منعقد ہوا اس کے چند شرکاء کے مختصر تاثرات شائع کیے جا رہے ہیں۔

محمد سرفراز ......اس کورس میں آنے کے بعد قرآن مجید کے حقوق معلوم ہوئے۔......صحبت کے اثرات ہوتے ہیں یہ آفاقی سچائی ہے۔ اکیڈمی میں آ کر دل کرتا ہے کہ قرآن کے حقوق کو اچھی طرح ادا کروں اور اللہ کے احکامات اور اللہ کے محبوب ﷺ کی سنت کے مطابق زندگی گزارنے کو اپنا نصب العین بنالوں۔ اب پختہ عزم ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنے کے لیے عربی زبان سیکھوں گا اور پھر اپنے مسلمان بھائیوں تک پہنچاؤں گا۔

مدثر شوکت ......ہم نے اس کورس میں حاضری سے دینی تعلیم میں کافی فائدہ اُٹھایا......قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنا اس کورس کا اصل مقصد ہے ہماری کوشش ہے کہ ایسا ہی ہو......اور ایمان کی حقیقت، عمل صالح، دوسروں کو حق کی دعوت اور صبر کے علاوہ منتخب احادیث، اقبالیات اور اسلامی تاریخ کا جو ہمیں سبق دیا گیا وہ قابل تعریف اور ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پاکستانی ہونے کے ناطے قیام پاکستان کی خاطر قربانیاں ہمارے اسلاف کی محنت کا نتیجہ ہیں پاکستان کی آزادی میں ہمارے علماء اور بڑوں کا لہو شامل ہے اور اس کا حق اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ ہم قرآن کو سمجھیں تاکہ پاکستان کی آبیاری ہو سکے اور اس جہاد کا حصہ بنیں جو ہندوستان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ہونا ہے......۔

افتخار احمد اللہ کا خاص کرم ہوا جس کے طفیل نہ صرف اس کورس کو میں نے جوائن کیا بلکہ اس سے نہایت استفادہ بھی کر پایا ہوں مجھے بنیادی طور پر اپنے عقیدہ کو درست کرنے میں مدد ملی ہے اور اس کے بعد دین اور ایمان کی صحیح سمجھ حاصل ہونے کی وجہ سے میں نے اب اپنی زندگی کو یکسر تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اور کلام اقبال کی روشنی میں جس انداز سے اس مختصر عرصہ میں قرآن مجید کے پیغام کو طالب علموں تک پہنچایا جا رہا ہے وہ انتہائی با اثر ہے۔

محمد عدنان اس کورس سے مجھے قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس کورس سے یہ پتہ چلا کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس سے پہلے میں نماز و روزہ کو مکمل دین سمجھتا تھا لیکن ہمارا دین تو مکمل قرآن وسنت پر عمل کرنے سے پورا ہوتا ہے۔ یہ نصاب یونیورسٹیوں کالجوں سکولوں میں ہونا چاہیے تاکہ ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسل شریعت محمد ﷺ کی مکمل پابندی کرے۔ میں نے اس چند روزہ کورس کے بعد اپنے پرانے دوستوں کو چھوڑ دیا اور قرآن وسنت پر عمل کر کے زندگی گزارنے کا پختہ عزم کر لیا۔ میں ان شاء اللہ سب سے پہلے اپنے آپ پر مکمل دین نافذ کروں گا اس کے بعد اپنے معاشرے، دوست، احباب اور اپنے ملک میں اور پھر پوری دنیا میں نافذ کرنے کی کوشش کروں گا۔

محمد جنید نوید اس کورس میں شریک ہونے سے پہلے میرا علم بہت محدود تھا اور اس کورس کے بعد میرے علم میں وسعت پیدا ہوئی۔ آج تک میں نے اپنی زندگی میں ان سے اچھا درس دینے اور سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ ہمیں مطالعہ حدیث پڑھایا اور نبی پاک ﷺ کے طریقوں کے مطابق زندگی گزارنے کا سبق دیا اس کورس کو کرنے کے بعد میں اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ ہمیں تاریخ کے متعلق لیکچر دیے۔ مجھے اس کورس سے بہت فائدہ حاصل ہوا۔ اس کورس کو کرنے کے بعد مجھے ایسا لگتا ہے کہ تمام مسلمانوں کو یہ کورس کرنا چاہیے تاکہ ہم سب اسلام کے مطابق زندگی گزار سکیں اور دنیا پر اسلام غالب لا سکیں۔

حافظ محمد احمد اس کورس سے پہلے میں علامہ اقبال کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اب ان کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوا اور احساس ہوا کہ ہم مسلمان تو ہیں پر مسلمان ہونے کا حق ادا نہیں کر رہے۔ اس کورس سے مجھے دین کی تعلیم کا بھی بہت کچھ معلوم ہوا جو میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ اس کورس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو اسلام کے لیے اور اس کو پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیے اور دین

کے کام کو اپنا فرض سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

رانا محمد اسد اللہ پہلے تو میرے پاس اتنا علم نہیں تھا کہ میں کسی سے اپنے دین کی بات کرتا۔ اب اللہ کا بہت شکر ہے کہ اگر کسی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں کوئی بات کہنی ہو تو میں کسی بھی خوف کو دل میں نہ رکھتے ہوئے کہہ سکتا ہوں اس سے پہلے مجھے ایمان تک کا نہیں پتہ تھا کہ ایمان کیا چیز ہوتی ہے لیکن اب اللہ کا شکر ہے مجھ کو اس کے بارے میں پتا ہے اور میں اس کی تبلیغ کر سکتا ہوں مجھ کو دین کے غلبہ کے بارے میں نہیں پتہ تھا لیکن ہم کو دین کے غلبہ کے بارے میں پتا چل گیا ہے اور اس کی تبلیغ سے دوسروں کو دین کے غلبہ کے بارے میں دعوت دے سکے اور ہم کو عربی کی کلاس کے لیے ایک استاد کی ضرورت ہے اور ہم کو عربی گرائمر سکھائی جائے۔

علی حسن اس کورس سے پہلے حقیقتاً میں بھی اہل یورپ کی طرح حیوانی طرز پر اپنی زندگی بسر کر رہا تھا اور مجھے فکر نہیں تھی کہ قرآن کیا ہے مسلمان کیا ہے حتیٰ کہ اگر میں کہوں کہ میں تو اللہ کو بھی بھول چکا تھا۔......لیکن پھر شاید کوئی نیکی میرے کام آ گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نگاہ کرم کی۔ اس کورس میں ہمیں 'اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' کا جامع تصور پیش کیا گیا جس سے ہمارا یہ عقیدہ ختم ہو گیا کہ صرف نماز اور روزہ ہی مکمل دین ہے آغاز میں دین کے ہر پہلو پر مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملا اور میرے خیال سے یہ جو نصاب مقرر کیا گیا ہے اس کورس کو پاکستان کے ہر تعلیمی ادارے کا بنیادی و لازمی SUBJECT کا درجہ ملنا چاہیے تاکہ پاکستان کے ہر مسلم نوجوان کو اپنے پیدا ہونے کا مقصد پتا چل سکے اور اسے یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اسے اشرف المخلوقات کا درجہ کیوں دیا ہے۔

محمد حامد انسانی علم لحہ بہ لحہ بڑھتا چلا جاتا ہے لیکن اس ادارہ میں داخلہ کے بعد ہمارا ذہن بہت سے دینی علوم کا خزانہ بن چکا ہے جو تا حیات ہماری رہنمائی کرتا رہے گا انسان کی عمر کا سب سے بڑا خطرناک ترین حصہ جوانی ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے جذبات پر قابو رکھنے سے ناآشنا ہوتا ہے اور چاہ کر بھی وہ ایسا نہیں کر سکتا ہماری جوانی بھی کچھ اسی طرح کی تھی جس میں اچھائی اور برائی کا کوئی تصور تھا ہی نہیں لیکن 20 یوم کے اس تدریسی پروگرام میں شمولیت نے میری زندگی میں انقلاب برپا کر دیا اب مجھے ہر عمل کرنے سے پہلے سوچنا پڑتا ہے کہ میں عمل کرنے کے بعد کیا حاصل کروں گا نیکی یا بدی۔ اب مجھے والدین کے ساتھ زیادہ اور موبائل فون پر کم وقت گزارنا پسند ہے۔

ماہنامہ حکمتِ بالغہ جولائی 2019ء کے اداریہ پر

اہل علم کے تاثرات

محترمہ عامرہ احسان

ماہنامہ 'حکمت بالغہ' بلند پایہ علمی رسالہ ہے۔ فکر و نظر کی آبیاری میں قابلِ قدر خدمت انجام دے رہا ہے۔ ماہِ جولائی میں ظہورِ مہدی و آمدِ عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے محترم مختار فاروقی صاحب نے نہایت عمدہ اداریہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ موضوع شاذ و نادر ہی چھیڑا جاتا ہے۔ بلاشبہ احادیث کا حالات و واقعات پر قطعیت سے انطباق احتیاط طلب ہے۔ تاہم جب چہار جانب فتنے اُمڈ اُمڈ کر ایمان والوں کے ہاتھوں پر انگارے رکھ چکے ہوں۔ 18 سال سے بہ اہتمام عالمی قوتیں مسلم ممالک کو درہم برہم کر دینے میں جتی ہوئی ہوں۔ ایسے میں مکمل خاموشی سوہانِ روح رہی۔ افغانستان، عراق، یمن، شام پر عام تباہی مسلط کرنا، پاکستان کو نکیل ڈال کر اپنے ڈھب پر چلایا جانا سبھی بچشم سر دیکھ رہے ہیں۔ تیونس، الجزائر، لیبیا، سوڈان غرض پوری دنیا میں کتنے نام لیجیے۔ کونسا مسلمان ملک خیریت سے بیٹھا ہے۔ بربادی کے فارمولے الگ الگ ہیں مقصد ایک ہے۔ اسلام کی (بحیثیت مکمل نظامِ زندگی) بیخ کنی مطلوب ہے۔ غلبۂ اسلام کو کچلنا مقصود ہے۔ ایسے خواب دیکھنے والی ہر آنکھ نوچ لی جائے یا موت کی نیند سلا دی جائے۔ کونسا حربہ ہے جو گلوبل سطح پر برتا نہیں جا چکا۔ بحری، بری، ہوائی فوجیں، ذرائع ابلاغ کی ساری قوتیں، شوبز، کھیل، منشیات، نصابِ تعلیم، جنسی دہشت گردی کے تمام ذرائع۔ تاہم چور مچائے شور کے مصداق مسلمانوں کو ہمہ نوع میزائلوں، کیمیائی حملوں تک کا نشانہ بنا کر بھی دہشت گرد مسلمان ہی ہیں۔

فتنۂ دجال کے سر پر سینگ تو نہ ہوں گے۔ ملحمۃ الکبریٰ کسی خاص طبلِ جنگ سے تو شروع نہ ہوگی۔ مسلمان تجاہلِ عارفانہ (STATE OF DENIAL) سے کام لے رہا ہے۔ سب ہی چپ چاپ بیٹھے ہیں 'ورنہ لوگ سہم جائیں گے'۔ 'خوف طاری ہو جائے گا'۔ 'ہفتہ ہفتہ بھر کی شادیوں کا ہلہ گلہ جاری نہ رہ سکے گا'۔ 'سیر و تفریح جاتی رہے گی'۔ 'گھگھی بندھ جائے گی'۔ سوا سے مؤخر رکھو۔ اگلی صدی یا اس صدی کے اواخر تک کچھ ہو تو ہو! دانشوری کا یہی تقاضا نبھایا جا رہا ہے۔ چہار سو! پیاسی روحوں کو یاد آتا ہے: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا حق کا سفر، تلاشِ حق میں مارے مارے پھرتے اس مقام تک پہنچنا جہاں آخری راہب نے ظہورِ نبی آخرالزماں کی نشانیاں پوری ہونے کا ذکر کر کے رہنمائی دی تھی اور وہ حنفاء جو سجدے میں سر رکھ کر ربِ واحد تک رسائی کے لیے روتے اور ساری گمراہیوں سے اظہارِ بیزاری کرتے تھے۔ بعد ازاں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب اور غارِ حرا کے شب و روز۔ آج بھی فضا ویسی ہی ہے۔ ہمہ نوع گمراہیوں میں سرعت، شدت، حدت، ہلاکت خیزی، سائنس ٹیکنالوجی کی سان چڑھ کر کئی گنا بڑھ چکی۔ تمام انبیاء کا اس فتنے سے پناہ مانگنا سمجھ آتا ہے۔ قرآن اور دعاؤں کا تریاق بن جانا اور نصرتِ الٰہی پانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہونا بھی مشاہدے اور تجربے کی بات ہے۔ 2001ء سے 2019ء تک کا یہ سفر دنیائے کفر نے تو پورے شعور و اہتمام کے ساتھ باب الفتن کی احادیث کی روشنی میں کیا ہے۔ ہر اس خطے کو اجاڑا ہے ہدف بنا کر جہاں سے سیّدنا مہدی یا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مدد، لشکر بھیجنے کا تذکرہ تھا۔ خراسان، دمشق، غوطہ (شام)، یمن کے اہداف بلا سبب تو نہیں۔ پاکستان کا مکمل گھیراؤ الل ٹپ تو نہیں۔ گریٹر اسرائیل کا دجالی ہدف کس سرعت سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کے قریب ترین خطرات کا سدِ باب عراق تا موجودہ مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال پر تجاہلِ عارفانہ کیونکر ممکن ہے۔ فکر ہوتی ہے تو بس یہ کہ ہم وہ نہ کر گزریں جو یہود نے کیا۔ یہودی مدینہ میں نبی کی آمد اور اس کے بعد کی منظر کشی کرتے رہے۔ انصار تو انہی سے سنتے سنتے حق کو پا نے اڑ کر پہنچ گئے بیعت ہائے عقبہ کے لیے! اپنا سبھی کچھ پروانہ وار دیوانہ وار لگا کھپا دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے دین پر۔ جبکہ یہود دم بخود اپنی دنیا پرستی، تعصّب کا لقمہ بنے، دنیا سے بھی گئے دین و آخرت سے بھی۔ مغضوب ہونے پر مہر ثبت ہوگئی۔ سورۃ البقرہ کے 16 رکوع کا بنی اسرائیل کا ریکارڈ بلا سبب

تو ہمارے سامنے نہیں رکھا گیا۔ دہشت گردی کا سبق پکا کرتے ہمیں 18 سال ہو گئے۔ سیّدنا مہدی و عیسیٰ علیہ السلام نہ الیکشن لڑنے آئیں گے نہ جماعتوں کی رنگینیں، رفاقتیں اختیار کریں گے۔ دونوں جہاد فی سبیل اللہ ہی کی سپہ سالاری و امارت نبھائیں گے باری باری۔ اس وقت اس 18 سالہ تربیت اور ذہن سازی کا کیا بنے گا؟ جہاد فی سبیل اللہ کی پکار پر ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدن، امت تکا کرے گی؟ اب جبکہ علامات پے در پے پوری ہو رہی ہیں، یہ زیادہ دور کی بات نہیں لگتی۔ 'آنے والے دور کی دھندلی تصویر' واضح ہوتی چلی جارہی ہے۔ ایسے میں 'حکمتِ بالغہ' کی یہ تحریر نہایت برمحل یاد دہانی ہے۔ ہر فرد کو دیکھنا ہے کہ وہ کس صف میں کھڑا ہے۔ دجال کے ظہور پر صفیں تبدیل کرنا شاید آسان یا ممکن نہ رہے۔

حافظ مختار احمد گوندل

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عصر حاضر اور عہدِ نو کے بارے میں انبیاء علیہم السلام، مفکرین و مصلحین ہمیشہ پر اُمید رہے اور اپنی قوموں کو آنے والے حالات کے بارے میں پیش گوئیاں فرماتے رہے، خصوصاً خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نوید سنا کر اپنے فرضِ منصبی سے عہدہ برآ ہوتے رہے اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قیامت تک کے حالات کے بارے میں نوعِ انساں کو آگاہ فرما دیا، دستور دیا، منشور دیا۔ دورِ حاضر میں حالات کا وہی تجزیہ جو اجتماعی اجتہاد پر مبنی ہو درست تصور کیا جائے گا۔ راقم السطور کی تجویز یہ ہے کہ ان مکاشفات کو ان اجتہادی اداروں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ حالات و واقعات کو ایسے اُمت مسلمہ کے سامنے پیش کریں جس سے اسلامی روایات مجروح نہ ہوں۔ روایات کے بارے میں جرح و تعدیل کا معیار ہمارے اکابر کا عظیم ورثہ ہے۔ تاریخ اسلامی میں ایسی درخشندہ روایات موجود ہیں کہ کئی خلفاء ایک سال جہاد کرتے اور ایک سال حج کرتے یعنی اجتماعی اجتہاد (Planning) اور جہاد ساتھ ساتھ جاری رہتے۔ اپنی تاریخ کو دہراتے ہوئے عصر حاضر میں اسلامی ممالک کے منصوبہ ساز ادارے اپنے طویل المیعاد منصوبوں (Long Range Century Plans) کو باہمی مشاورت سے روبہ عمل لائیں جیسا کہ علامہ اقبال کی طویل نظم 'خضر راہ' میں تقلید، جمود اور افلاسِ تخیّل کا مداوا اور امّت مسلمہ کی رہنمائی ملتی ہے۔

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

حرفِ آرزو میں پیشگوئیوں کا تذکرہ اسلام کی تاریخ میں بارہا آچکا ہے اور ہر پیشگوئی کرنے والے کے اپنے اپنے اندازے ہیں۔ بعض اندازے جزوی طور پر صحیح اور بعض اندازے غلط ثابت ہوئے۔ اسلام کے اسی فکری پہلو کے بارے میں حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قوموں کی حیات اُن کے تخیل پہ ہے موقوف یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مرغ چمن کو

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بصائر و عبر اور دعاوی کو بیان کرنے میں صدقِ مقال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قائداعظم محمد علی جناح تقویم کے آئینہ میں

قائداعظم محمد علی جناح کا یوم پیدائش = 25 دسمبر

قائداعظم محمد علی جناح کا یوم وفات = 11 ستمبر

قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھوں تشکیل پاکستان = 14 اگست

یہ کیسا اتفاق ہے کہ یہ تینوں تاریخیں ہر سال ایک ہی وار کو آتی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ مثلاً 1947ء کو یہ تینوں تاریخیں = جمعرات کو۔ 1948ء کو یہ تینوں تاریخیں = ہفتہ کو 2008ء کو یہ تینوں تاریخیں = جمعرات کو۔ 2009ء کو یہ تینوں تاریخیں = جمعۃ المبارک کو 2010ء کو یہ تینوں تاریخیں = ہفتہ کو۔ بات یہیں مکمل نہیں ہوتی۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم خان لیاقت علی خان کو 16 اکتوبر 1951ء کو شہید کیا گیا۔ اگر اوپر والی تین تاریخوں میں چوتھی تاریخ 16 اکتوبر شامل کر دی جائے تو یہ چاروں تاریخیں ہر سال ایک ہی وار کو آئیں گی۔ علامہ محمد اقبال کے ابو شیخ نور محمد 14 اگست 1930ء کو فوت ہوئے تھے۔ وہ بھی مذکورہ بالا تاریخوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ اب قائداعظمؒ سے متعلقہ تینوں تاریخوں کو ایک اور زاویے سے دیکھتے ہیں۔

14+11=25	14 اگست
25-11=14	11 ستمبر
25-14=11	25 دسمبر

پیش کش

غلام قادر ہراج پرنسپل (ر) جھنگ

سیّدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے اُمّتیوں کی پہچان

اِتّباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عالمی ابلیسی، صہیونی مسیحی ایجنڈے کو سمجھنے کی ضرورت

ترجمہ آیت 120:02

''اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی؛ یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔ (ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور (اے پیغمبرؐ!) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی) کے آ جانے کے بعد بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو اللہ (کے عذاب) سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار''۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب تھا (آپؐ سے یہود ونصاریٰ کو خوش کرنے کی کسی کوشش کا امکان ہی نہیں تھا) البتہ یہ تنبیہ ان کی وساطت سے ہم اُمّتیوں کے لیے بہت اہم ہے۔ عوام سے لے کر حکمرانوں تک ہر ذمہ دار شخص اپنے منصب اور حیثیت کے مطابق اس تنبیہ سے متعلق اپنے رویّوں کا اللہ تعالیٰ کو جوابدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس آیت پر IN LETTER & SPIRIT عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ

ماہنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

اشاعت کے 12 سال 12 خصوصی اشاعتیں

2007ء	حقیقت انسان نمبر	صفحات 96
2008ء	حقیقت علم نمبر	صفحات 96
2009ء	احیاءالعلوم نمبر	صفحات 96
2010ء	دوقومی نظریہ اور پاکستان کا نظریاتی نظامِ تعلیم نمبر	صفحات 128
2011ء	حقوقِ نسواں نمبر	صفحات 112
2012ء	یاجوج ماجوج نمبر	صفحات 152
2013ء	الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ ﷺ	صفحات 160
2014ء	جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش......	صفحات 168
2015ء	حکمت اقبال ہی نظریۂ پاکستان ہے	صفحات 248
2016ء	اِحیائے فکرِاقبال نمبر	صفحات 224
2017ء	بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران	صفحات 280
2018	وسائل رزق پر قبضہ، ارتکاز دولت ...... اور	صفحات 304

خود مطالعہ کریں ___ دوستوں کو تحفہ دیں ___ محدود تعداد میں دستیاب ہیں

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ
047-7630861
047-7630863

مسلمانانِ پاکستان کا یومِ آزادی منفرد ہے

14 اگست 1947ء بمطابق **27 رمضان 1366ء**

علامہ اقبال اور قائداعظم کے پاکستان کے آزادی کے دن 27 رمضان المبارک یعنی لیلۃ القدر یا شبِ قدر یا نزولِ قرآن کی رات ہونا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ اسی لیے خالص سیکولر اور لبرل یعنی بے ضمیر لوگ اس 'قرانِ سعدین' (دو بابرکت نعمتوں کا اکٹھے ہوجانا) کو متنازع بنانے اور خلط مبحث کے کارِلا حاصل میں اپنا حصہ ڈالنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں اور لبرل ازم کے پرستار اس یومِ آزادی کو مادر پدر آزادی، اخلاقی اقدار سے آزادی، بے حیائی، فحاشی اور عیاشی کے مترادف قرار دے کر نئی نسل کو اسلامی اقدار سے دور کرنا اپنے آقاؤں کے لیے 'وفاداری' اور 'نمک حلالی' کا حصہ سمجھتے ہیں۔ یومِ آزادی سے قبل اور بعد بہت سی موبائل کمپنیاں، 4G،5G انٹرنیٹ کی مالک کمپنیاں اور دیگر میڈیا آرگن اسی مفہوم میں آزادی کا لفظ استعمال کرکے خواہ مخواہ اپنے دل میں چھپے ہوئے اسلام دشمن اور (سیّدنا) محمدؐ دشمن اور خدا بیزار جذبات کو سامنے لے آتی ہیں۔ حالانکہ اہل علم ودانش جانتے ہیں کہ اس اسلام دشمنی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دشمنی کے ڈانڈے تاریخ میں صہیونیت اور بنی اسرائیل سے جا ملتے ہیں جو قرآن کے مطابق قتل انبیاء جیسے انسانیت سوز اور اخلاق سوز جرم میں صدیوں ملوث رہے ہیں اور اب بھی ان کے دل کا گندا مواد موقع بہ موقع ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ یہ مشن ہمارے ملک کی بعض ملٹی نیشنل اور NGO's پورا کر رہی ہیں جو غیرملکی امداد سے اپنے تئیں یہ 'مقدس کام' سرانجام دیتی ہیں۔

مسلمانانِ پاکستان، حکومت، قومی وصوبائی اداروں سے ہماری التماس ہے کہ پاکستان کا یومِ آزادی 14 اگست کو بھی منایا جائے اور 27 رمضان کو بھی ہر سال منایا جانا چاہیے۔ تاکہ ہمارے یومِ آزادی کے نعرے میں مذہبی تقدس آسمانی تعلیمات کی خوشبو پیدا ہوسکے۔ (ادارہ)